اسٹار پاکٹ بُکس سیریز نمبر ۱۴

چودھویں کا چاند

ناول

عادل رشید

ناشر
ستارا پبلیکیشنز
۲۷۶۱ دریا گنج - دھلی

قیمت صرف ایک روپیہ

سول ایجنٹس
پنجابی پستک بھنڈار
دریبہ کلاں دہلی ۶

(الہ آباد پریس دہلی)

ستارا

پاکٹ بکس سیریز کی یہ ۱۴ ویں پیشکش ہے

یہ سیریز آپ کو کیسا لگا ــــــــ؟

اور اس سیریز میں آپ مزید کیا چاہتے

ہیں ــــ؟ اس سلسلہ میں ہم آپ کی رائے

جاننا چاہیں گے ــــ ناشر

الہ آباد میں دور دور سے آنے والے یاتریوں کی ریل پیل تھی۔ اور گنگا جمنا کے سنگم پر لاکھوں ہی ایشور بھگتوں کا ہجوم تھا۔ یہ میلہ کمبھ کا میلہ تھا اور اس مقدس میلے میں شرکت کی غرض سے سارے ملک سے لوگ سمٹ کر ایک جگہ جمع ہو گئے تھے۔ اور حالت یہ تھی کہ انسانوں کے اس ٹڈی دل کا کنٹرول اب پولیس اور فوج سے بھی ناممکن ہو رہا تھا اور ہر طرف بڑی ہی افراتفری کا عالم تھا۔

بنارس شہر کا مشہور اور مانا ہوا کروڑپتی سیٹھ نروتم داس بھی اپنی دھرم پتنی مالتی اور اپنے دونوں بیٹوں نریندر اور سریندر ناتھ کے ساتھ اس مقدس میلے میں شرکت کے لئے آیا ہوا تھا۔ وہ تھا اور اُس کے ساتھ ہی اُس کی بیوی اور اُس کے ان دو بیٹوں کے علاوہ اُس کے کئی نوکر چاکر بھی تھے۔

اور وہ سب اس مقدس میلے کی ہماہمی میں گم تھے، نروتم اپنے نوکر شمبھو اور اپنے چھوٹے بیٹے سریندر کے ساتھ اپنے خیمہ کے سامنے کھڑا تھا۔ اور اُس کی دھرم پتنی مالتی اپنے دوسرے نوکر کے ساتھ اپنے بڑے بیٹے نریندر کو اپنی گود میں لئے ہوئے ایک کشتی پر بیٹھی تھی۔ کشتی کے بیچوں بیچ وہ اپنے بیٹے نریندر کو گود میں لئے بیٹھی تھی۔ اور ایک پنڈت مہاتمے اس کے سامنے بیٹھے ہوئے اُسے پوجا کرا رہے تھے اور وہ پنڈت کے بولے ہوئے مقدس منتروں کو دُہرا رہی تھی۔ اور پنڈت جی کے اشارے پر پھول سنگم میں بہا رہی تھی کہ یکبارگی پانی کا ایک ریلا انتہائی شدت کے ساتھ آیا۔ اور پورے سنگم پر ہاہا کار مچ گئی۔

مالتی کی کشتی ڈگ مگ کرنے لگی۔ غریب ملّاح نے کشتی کو سنبھالنے کی بہتیری کوشش کی مگر پانی کا بہاؤ اتنا تیز تھا کہ خدا کی پناہ۔ گنگا اور جمنا دونوں ایک ساتھ نہ جانے کیسے بپھر پڑیں اور سنگم پر جہاں کہ پانی گھٹنوں سے بھی نیچے رہا کرتا ہے، یکبارگی سر سے اوپر ہو گیا۔ اور بہاؤ کی شدّت اتنی تیز ہو گئی کہ لینے کے دینے پڑ گئے۔

ہر طرف سے شور برپا ہو گیا۔ خیمے جو کہ سنگم سے ملے ہوئے تھے پانی میں ڈوب گئے اور مالتی کی کشتی قابو سے باہر ہو گئی۔ اور یہ نظارہ دیکھ کر نرونم یکبارگی چیخا۔

اور اب وہ بھیڑ کو چیرتا ہوا بے تحاشہ سنگم کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سُرنیدر کا ہاتھ اُس کے ہاتھ میں تھا اور وہ انسانوں کے اس سمندر میں ڈوب کر آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا تھا، وہ بے تحاشا چیختا چلّاتا اور شور مچاتا اپنی بیوی مالتی اور اپنے بیٹے نرنیدر کو بچانے کیلئے اسی طرح آگے بڑھتا رہا۔

اور پھر مالتی کی کشتی پانی میں اُلٹ گئی —— اور مالتی اپنے بچے نرنیدر کے ساتھ پانی میں غوطے کھانے لگی۔

"ایشور کیلئے میری پتنی کو بچاؤ۔ بھگوان کے لئے میرے بیٹے کی خبر لو ——"

نرونم گلا پھاڑ کر اُس بھیڑ میں چلّایا۔ اور ادھر اُس کا بیٹا سرنیدر جو کہ ابھی صرف تین ہی برس کا تھا انسانوں کے اس ہجوم میں گھُٹ کر رونے لگا۔ گھبراہٹ میں نرونم کو اس ننھی سی جان کا خیال ہی نہ رہا تھا کہ وہ اُسے اپنی گود میں لے لے اور وہ بدحواسی کے عالم میں اُسے اسی طرح لے کر بھاگنے لگا تھا۔

اور اب جو وہ چونکا اور بچے کے رونے کی آواز اُس کے کان میں گئی تو وہ اور زیادہ بوکھلا گیا اور اب جو اُس نے دھیان دیا تو بچے کا ہاتھ اُس کے ہاتھ سے چھوٹ چکا تھا۔ اُس کا چھوٹا بیٹا سُرنیدر بھی اب اُس کی نظروں سے اوجھل تھا۔ وہ دیوانہ وار سرنیدر کو اِدھر اُدھر تلاش کرنے لگا۔

وہ پاگلوں کی طرح چیخنے لگا ــــــ

"سریندر ــــ! سریندر ــــ! بیٹا ــــ! ــــ سریندر ــــ!"

وہ اُسے بھیڑ میں پاگلوں کی طرح ڈھونڈھ رہا تھا اور شور مچا رہا تھا۔ اور رو رہا تھا اور اپنے بال نوچ رہا تھا ــــ اور پھر وہ اس بھیڑ میں اوندھے منہ زمین پر گر پڑا ــــ اُٹھا ــــ سنبھلا اور سنبھلنے کی کوشش کی اور پھر گر پڑا ــــــ

اور اب جو اُس کی آنکھ کھلی تو اُس نے اپنے آپ کو ایک کیمپ میں پایا ــــ اور وہ ہوش میں آتے ہی یکبارگی پاگلوں کی طرح اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

"میرا بیٹا کہاں ہے ــــ؟ میرا سریندر ــــ میرا سریندر ــــ اور میری پتنی ــــ مالتی ــــ!"

اور ابھی وہ پاگلوں کی طرح اُٹھ کر بھاگنے ہی والا تھا کہ کئی آدمیوں نے اُسے پکڑ لیا۔

"آپ کی دھرم پتنی کو بچا لیا گیا ہے سیٹھ صاحب ــــ!"

ایک پولیس انسپکٹر نے اُسے تسلّی دی۔

"وہ دوسرے کیمپ میں زیرِ علاج ہے ــــ ہوش آچکا ہے اُنہیں ــــ"

"اور میرا بیٹا سریندر ــــ" وہ حواس باختہ ہو کر بولا ــــ "اور سریندر ــــ!"

وہ زور سے چیخا ــــ اور بڑے درد کے ساتھ وہ تڑپا ــــ

"میرا سریندر کہاں ہے ــــ مل گیا وہ؟"

"آپ کا بیٹا سریندر ــــ!" انسپکٹر حیرت سے بولا ــــ "وہ کہاں تھا ــــ؟"

"وہ میرے ساتھ تھا ــــ!"

اور پھر وہ بڑی بے قراری کے عالم میں اُٹھ کر باہر کی طرف بھاگا ــــ اور کئی آدمیوں نے مل کر اُسے پکڑ لیا۔

"آپ کا بیٹا نریندر مل جائے گا ــــ" انسپکٹر ملائمیت اور ہمدردی سے بولا ــــ "فکر نہ کیجیے ــــ"

"میں اپنی آدھی دولت آپ کو دے دونگا ــــ" وہ تڑپا ــــ "ایشور کے لئے انسپکٹر صاحب میرے بیٹے نریندر کو ڈھونڈھ دیجیے ــــ"

"کہاں ہے میرا نریندر ــــ!"

مالتی خیمہ کے اندر زور زور سے چلائی۔

"اگر وہ پانی میں ایشور نہ کرے ڈوب مرا ہے تو تم لوگوں نے مجھے کیوں نہ مر جانے دیا۔ گنگا میا کی گود سے کیوں چھین لیا تم لوگوں نے مجھے ــــ؟"

اور یہ کہہ کر وہ پاگلوں کی طرح اپنے بال نوچنے لگی اور داڑھیں مار کر رونے لگی۔

"کہیں سے بھی میرے نریندر کو لاکر مجھے دو ــــ میں اپنی ساری دولت تم لوگوں کو دینے کے لئے تیار ہوں ــــ"

اور وہ اپنا سر زمین پر پٹکنے لگی ــــ اور کئی آدمی اُسے سنبھالنے لگے ــــ وہ زور سے تڑپی ــــ "بولتے کیوں نہیں ــــ؟ جواب دو نہ مجھے ــــ میرا نریندر کہاں ہے ــــ؟"

"ابھی تک ملاح اُسے کھوج رہے ہیں ــــ" ایک نے ماتا کی تڑپ کو شانت کرنا چاہا ــــ "وہ ضرور مل جائے گا ــــ!"

"کیا کہا ــــ؟" وہ سچ مچ جیسے کہ پاگل ہوگئی ــ "کیا وہ ابھی تک نہیں ملا ـــ؟"

اور اُس کے اس سوال پر جواب کی ہمت کسی میں نہ ہوئی ـــ اور وہ گلا پھاڑ کر چلّائی ــ "نریندر ـــــ نریندر ـــــ بٹیا نریندر ــــــ"

اور وہ دیوانہ وار خیمہ سے باہر نکل گئی۔

○

"کیسا انیائے ہے ـــ 'پربھو ـــ!' نردیتم داس اپنا سینہ کوٹنے لگا ـــــ "ہم نے کیا بگاڑا تھا تمھارا بھگوان' ـــــ ہمارا اپرادھ کیا تھا؟"

وہ دھاڑھیں مار مار کر رونے لگا۔

"ہم تو اس پوتر استھان پر تمہارا نام جپنے آئے تھے اور تم نے آن کی آن میں ہماری آنکھیں ایک ساتھ نوچ لیں ـــ ہمیں اندھا کر دیا تم نے ـــ دل اور جگر ایک ساتھ کاٹ پھینکے تم نے' ـــ آخر وجہ؟ قصور کیا تھا ہمارا ـــــ"

وہ دیوانہ وار اپنے بال نوچ ڈال رہا تھا اور اُس کی پتنی مالتی گم سم پاگلوں کی طرح کھڑی اپنی بے نور آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔

"انسپکٹر ـــ!" اُس نے انسپکٹر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

"میرے جگر کے ٹکڑوں کو کہیں سے بھی پیدا کر دو ـــ میں اپنی ساری دولت تمہیں دے دوں گا ـــ!"

وہ دل سے چیخا۔

"میں اپنی اس دولت کیلئے بھکاری بن جاؤں گا ـــ دردر کی بھیک ـــــ

مانگ لوں گا ہیں۔ مگر اپنے بیٹوں کے بغیر جی نہ سکوں گا ——"

"دھیرج دھریئے سیٹھ صاحب —— !" انسپکٹر نے اُسے سنبھالنے کی کوشش کی ——

"ہم آپ کے بیٹوں کی تلاش میں زمین و آسمان ایک کر ڈالیں گے۔ میں نے ابھی تک ہمت نہیں ہاری ——"

"انسپکٹر صاحب —— !" نرو تم نے انسپکٹر کے پاؤں پکڑ لیے —— "میں اپنے بیٹوں کو کھو کر جی نہ سکوں گا ——"

"نرنیدر —— میرے بیٹے —— !"

مالتی پاگلوں کی طرح چیخی

"کہاں ہو تم —— ؟"

اور وہ بے ہوش ہو کر اُسی جگہ زمین پر گر پڑی۔

○

"تو ساری کوششیں اکارت ہو گئیں انسپکٹر صاحب —— !"

"ہم نے کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا سیٹھ صاحب ——"

پولیس انسپکٹر نے افسردگی سے کہا۔

"نہ نرنیدر کا کوئی پتہ چلا اور نہ سرنیدر ہی کو ہم تلاش کر سکے۔ تلاش تو ایک طرف ان دونوں کے آثار بھی تو ہمیں کہیں نہ ملے ——"

وہ بڑی شرمندگی اور بڑے درد کے ساتھ بولا۔

"سیٹھ صاحب —— ! اب تو اپنے بیٹوں کی طرف سے آپ کو فی الحال صبر ہی

کرنا پڑے گا ۔۔۔"

"صبر تو خیر میں کر لوں گا۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک ماں کی ممتا کو قرار کیسے آئے گا۔ اپنی پاگل بیوی کو بغیر اُس کے بچوں کے میں اُس کے ہوش و حواس کیسے واپس دلا سکوں گا۔۔۔"

"ملاحوں نے میلوں گنگا کو کھنگھال ڈالا ہے۔ اور ۔۔۔۔"

نروتم نے دل تھام کر انسپکٹر کی بات کاٹی ۔۔۔

"مچھلیوں اور کچھوؤں کے پیٹوں تک ہم کیسے پہنچ سکتے ہیں ۔۔۔"

اُس نے ایک سرد آہ کی ۔۔۔

"مگر یہ سریندر کہاں چلا گیا ۔۔۔؟"

"وہ ایک نہ ایک دن ضرور مل جائے گا سیٹھ صاحب ۔۔۔ اُس کا یقین میں آپ کو دلاتا ہوں ۔۔۔۔"

"اُس کو ہی ڈھونڈھ دو بھائی ۔۔۔۔ ہم ایک ہی بازو کے سہارے جی لیں گے۔"

یہ کہہ کر نروتم نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔

"اُس کی کھوج کیلئے میں اپنی کمائی کی آخری پائی تک خرچ کرنے کو تیار ہوں"

"اس کی ضرورت نہیں سیٹھ صاحب ۔۔۔" انسپکٹر نے نروتم کا ہاتھ تھام لیا۔

اور کہا "یہ تو ہمارا فرض ہے ۔۔۔"

وہ افسردگی سے بولا ۔۔۔

"آپ ایشور کا نام لے کر بنارس جایئے ۔۔۔ آپ کے بیٹے سریندر کی تلاش میں ہم سارا جگ چھان ڈالیں گے ۔۔۔"

"ایشور آپ کا بھلا کرے انسپکٹر صاحب ۔۔۔!"

اُس نے انسپکٹر کا ہاتھ بڑی گرمجوشی سے دبایا ۔۔۔

"بس، آپ کا یہ احسان زندگی بھر یاد رکھوں گا ـــــ"

اور پھر وہ اپنی بیوی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

○

سیٹھ نروتم داس کی کوٹھی پر کئی ڈاکٹر موجود تھے اور وہ ایک ہارے ہوئے جواری کی طرح ان سب کو بڑی حسرت سے تک رہا تھا۔

"آپ کی دھرم پتنی کے دماغ پر اس حادثہ کا بڑا گہرا اثر ہوا ہے ـــــ" ایک ڈاکٹر نے رائے دی۔

اور جواب میں وہ کچھ نہ بولا ـــــ ڈاکٹر نے پھر کہا۔

"اب اُن کی بھلائی اور بہتری کی صرف ایک ہی صورت سمجھ میں آتی ہے۔"

"کیا ـــــ؟"

نروتم داس اس طرح بولا جیسے کہ وہ کسی اندھے کنوئیں سے بول رہا ہو۔

"آپ کسی بھی بچے کو اُن کے سامنے نریندر کہہ کر پیش کر دیجیئے ـــــ"

"مگر ـــــ....."

"آپ چنتا نہ کیجیئے ـــــ" ڈاکٹر پورے وثوق سے بولا ـــــ "یہ کسی بھی نریندر کے ہم عمر بچے کو نریندر سمجھ لیں گی۔ اس لئے کہ یہ اپنے ہوش و حواس کھو چکی ہیں۔ البتہ اس طرح یہ ہوگا کہ اُن کی زندگی خطرے سے دور ہو جائے گی ـــــ"

"مگر سریندر ـــــ......"

اور ڈاکٹر نے نروتم کی بات کاٹی ـــــ

"سریندر انہیں یاد اس لئے نہیں آرہا ہے۔ کہ حادثہ کے وقت سریندر

اُن کے سامنے نہیں بلکہ ترنیدر تھا ۔۔ اور ان کے دل و دماغ پر اپنے اس بیٹے کے حادثہ کا اثر ہے ۔ آپ تو صرف کسی ایک بچے کا انتظام کر لیجئے ۔"

اور ڈاکٹر کی یہ بات سن کر نروتم نے ایک سرد آہ لی اور وہ جیسے کہ خود سے بولا ۔

"اس جگ میں دولت کے بل بوتے پر کیا کوئی انسان اولاد بھی خرید سکتا ہے ۔۔؟"

وہ بڑبڑایا ۔

"بیٹے بیٹیاں بازاروں میں تھوڑا ہی بکا کرتے ہیں کہ جا کر خرید لاؤں ۔۔"

" دولت اس سماج میں سب کچھ خرید سکتی ہے سیٹھ صاحب ۔۔ !" ڈاکٹر بولا ۔

"دولت ہے آپ کے پاس اور دولت کے بس سے کوئی چیز دور نہیں ہے ۔۔"

"مگر ۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔"

" صرف ان کی زندگی اسی طرح ممکن ہو سکتی ہے ۔۔۔"

ڈاکٹروں کی یہ متفقہ رائے تھی اور وہ سب کے سب اپنی یہ آخری اور قطعی رائے دے کر چلے گئے ۔ اور سیٹھ نروتم داس اپنی دولت کا سہارا لے کر اپنی بیوی کی زندگی خریدنے کی دھن میں لگ گیا ۔

اُس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اپنی بہت ہی زیادہ پیاری بیوی کے لئے ہر امکانی کوشش سے اُس کی یہ زندگی خرید کر ہی دم لے گا ۔

اور وہ اپنی اس کوشش میں لگ گیا ۔

○

سیٹھ نروتم داس کسی دوسرے کی اولاد کو گود لینے کی سوچ رہا تھا اور ادھر اُس کے بیٹے علیحدہ علیحدہ قضا و قدر کے ہاتھوں پہنچ چکے تھے ۔ کشتی اُلٹ جانے کے

باعث بہت ہی تیز بہاؤ میں بہہ کر نریندر سنگم سے بہت دور کوئی آٹھ دس میل کی دوری پر گنگا کے کنارے ریت پر پڑا تھا اور بے ہوش ہو چکا تھا۔

صبح کا وقت تھا اور ایک حجام سرجو، جو کہ پاس ہی قصبہ کا رہنے والا تھا۔ گنگا پر اشنان کیلئے آیا ہوا تھا۔ وہ روز علی الصبح گنگا اشنان کیلئے آتا تھا۔ اور ابھی وہ پانی میں اُترنے ہی جا رہا تھا کہ اُس کی نظر اُس چیز پر پڑی جو کچھ ہی دور پر ریت پر پڑی ہوئی تھی وہ لپک کر اُس طرف آیا۔ اور اُس نے ایک خوبصورت بچہ دیکھا جو کہ ریت پر بے ہوش پڑا تھا۔

وہ گھٹنوں کے بل اُس جگہ بیٹھ گیا اور بڑے گھبرائے ہوئے انداز میں بچے کی سانس کا جائزہ لینے لگا۔ وہ بار بار اُس کی نبض ٹٹول رہا تھا۔ اور اُس کے دل کی دھڑکن کو کان لگا کر سُن رہا تھا۔

اور پھر یکبارگی مارے خوشی کے اُس کی باچھیں کھل گئیں۔ بچہ جو کہ چار ساڑھے چار سال کا تھا ابھی زندہ تھا اور اُس کی نبض چل رہی تھی ___ وہ خوشی خوشی سے جھوم اُٹھا۔ اور جلدی جلدی بچے کے تلوے رگڑنے لگا اور پھر وہ اُسے اُٹھا کر اپنے گھر کی طرف بھاگا۔

○

سریندر کو ایک بھیل عورت اُٹھا کر لے گئی تھی اور وہ اُسے اُٹھا کر الٰہ آباد سے سینکڑوں میل دور پہنچ گئی تھی کہ ایک اسٹیشن پر پہنچ کر اُس نے سریندر سے اپنا دامن چھڑا لیا۔ اُسے ایسا محسوس ہوا کہ پولیس والے اُس کا پیچھا کر رہے ہیں اور یہ سمجھ کر اُس نے بچے کو جو کہ سو رہا تھا ایک اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر بنچ پر لٹا دیا اور خود گاڑی پر

سوار ہو گئی اور بھاگ گئی۔

سُریندر کی جب آنکھ کھُلی تو وہ تنہا تھا۔۔۔ وہ زار و قطار رونے لگا۔ ایک مسافر کو اُس پر ترس آ گیا اور وہ اُسے لے کر بمبئی چلا گیا۔

یہ شخص بینی کاکا تھا۔ اور یہ بینی کاکا بمبئی کی ایک مِل میں اکاؤنٹنٹ تھا۔ اور بے اولاد تھا۔ اُس نے اس بچے کو بھگوان کی دین سمجھ کر اپنے کلیجے سے لگا لیا۔

اور اس طرح دو بھائی علیحدہ علیحدہ پرورش پانے لگے۔ ایک حجام کے یہاں اور دوسرا ایک اکاؤنٹنٹ کے یہاں۔ اور یہ دونوں پرورش کرنے والے اولاد سے محروم تھے اور اُنہوں نے ان بچوں کو بھگوان کی دین سمجھ کر اپنے اپنے کلیجے سے لگا لیا تھا۔

"بھگوان۔۔! تم کتنے دیالو ہو۔ تمہاری دین کا کوئی حساب نہیں۔۔"

بینی کاکا جھوم کر بولا اور اُس نے سُریندر کو اپنی چھاتی سے بھینچ لیا۔

"ہم برسوں سے اولاد کو ترس رہے تھے۔۔۔" لکھیا سر جو کی بیوی نے نریندر کی بلائیں لیں۔

"بھگوان نے اتنا خوبصورت پلا پلایا بیٹا ہمیں دان کر دیا۔۔۔"

اور اُس نے نریندر کو بڑی زور سے لپیٹا لیا۔

"تم کتنے دیالو ہو ایشور۔۔۔!"

وہ نریندر پر دیوانہ وار قربان ہوئی جا رہی تھی۔

○

"تم کتنے کٹھور ہو دینا ناتھ۔۔۔!"

سیٹھ نروتم داس نے ایک سرد آہ کھینچی اور اُس نے اپنے منیم سے کہا۔

"اب میں یہاں بنارس میں ایک پل بھی نہیں رہ سکتا۔۔۔"

"پھر سرکار۔۔۔!"

"میں اس شہر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جا رہا ہوں ـــ!"

"کہاں سرکار ـــ!"

"بمبئی ـــ۔" وہ ایک سرد آہ کھینچ کر بولا۔

"میں جو کچھ ہو سکے گا وہیں کروں گا ـــ یہاں میرا جی نہیں لگتا۔ آخر وہاں بھی تو اپنا کاروبار چل ہی رہا ہے ـــ!"

وہ اپنے ہونٹ کاٹنے لگا۔

"بھگوان نے دو دو بیٹے دیئے ـــ اور ایک ساتھ ان دونوں کو مجھ سے چھین لیا۔ آخر قصور کیا تھا میرا ـــ؟"

اور پھر وہ اپنی آنکھوں سے اُمنڈتے ہوئے آنسوؤں کو پیتے ہوئے بولا۔

"مالتی اس غم میں پاگل ہو گئی ہے اور اب تک مجھے کوئی ایسا نہ مل سکا کہ جسے میں نریندر سمجھ کر اُس کے سامنے پیش کر سکوں ـــ"

وہ اپنے ہونٹ کاٹنے لگا۔

"کون ہے جو اپنے جگر کے ٹکڑے کو مجھے دیدے ـــ"

"آپ چنتا نہ کیجئے سرکار ـــ! میں جلد ہی آپ کے جیون کی اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کروں گا ـــ"

اور پھر وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا ـــ

"کاش کہ میری اپنی کوئی اولاد ہوتی تو میں اُسے آپ کی سیوا میں بھینٹ کر دیتا ـــ!"

"تم تو بمبئی چلنے کی تیاری کرو منیم جی ـــ" نروتم داس بڑے تھکے ہوئے انداز میں بولا ـــ "میں اب پل بھی بنارس میں رہنا نہیں چاہتا۔ میں اب بمبئی سے یہاں لوٹ کر کبھی نہ آؤں گا ـــ"

"وہاں رہ کر شاید مالکن کی حالت بھی سنبھل جائے گی سرکار ——"

"میرا بھی یہی خیال ہے ——" نروتم داس بولا —" اور وہاں میں ان کا علاج بھی ٹھیک طریقے پر کر سکوں گا۔ بڑا شہر ہے اور پھر سینکڑوں وہاں ذرائع ہیں۔ بہت عمدہ عمدہ ہاسپٹل ہیں اور بڑے سے بڑے ڈاکٹر ہیں ——"

"ٹھیک ہے مالک ——!" منیم بولا۔ "میں بھی آپ کے ساتھ بمبئی چلو نگا"

"نہیں ——" نروتم نے فیصلہ سنایا ——" تم یہاں کا کاروبار دیکھنا آخر یہاں بھی تو مجھے کسی بھروسہ والے آدمی کی ضرورت ہو گی ——"

"جیسا حکم مالک ——"

"یہاں رہو۔ میں بس دو ایک دن میں بمبئی چلا جانا ہوں اور پھر زندگی بھر یہاں نہ آؤں گا۔"

"مگر سرکار ——! کوئی باپ دادا کی ڈیوڑھی کبھی اس طرح چھوڑتا ہے"

"بکو مت منیم جی ——!" وہ ترش روئی سے بولا ——" لعنت ہو اس باپ دادا کی ڈیوڑھی پر —— جہاں کہ اپنے جیون بھر کی کمائی آنکھوں کے سامنے لٹ گئی —— مجھے تو اب الہ آباد۔ بنارس سبھی جگہ سے نفرت ہو گئی ہے۔ میں تو اس سرزمین پر بھی رہنا نہیں چاہتا ——"

اور منیم سہم گیا۔ اور پھر وہ کچھ نہ بولا —— اور نروتم داس اپنی حویلی کے اندر چلا گیا۔ جہاں کہ اُس کی بیوی مالتی پاگل پن میں "نریندر نریندر" کہہ کر چیخ رہی تھی اور چلا رہی تھی اور اپنی جان کھو رہی تھی۔

"آخر یہ مصیبت کیا ہے ——؟"

وہ اندر پہنچتے ہی اُلجھ کر بولا اور اپنی بیوی کو سنبھالنے لگا۔

"دھیرج دھرو —— نریندر بازار گیا ہے۔ بس یوں سمجھو کہ اب آیا ہی چاہتا ہے۔"

"بازار گیا ہے وہ ــــ؟"

"ہاں ــــ"

"کیوں گیا ہے وہ بازار ــــ؟"

"گھومنے ــــ"

"کب آجائے گا ــــ؟"

"بس اب آتا ہی ہو گا ــــ"

اور پھر اُس نے اپنے شوہر کو جھنجھوڑ ڈالا۔

"تم نے اُسے آخر بازار جانے ہی کیوں دیا ــــ؟"

اور وہ اُس کی گرفت سے اپنے آپ کو آزاد کراتے ہوئے بولا۔

"بس اب کبھی نہ جانے دوں گا ــــ بھول ہو گئی شما کر دو ــــ"

"شما کر دو کا بچہ ــــ!" اُس نے نرو تم کو گھورا ــــ "خبردار جو آپ کبھی اُسے بازار بھیجا ہو ــــ"

اور اُس نے اُس کا گریبان چھوڑ دیا اور اُس کی جان میں جان آ گئی ــــ وہ ہانپتے ہوئے بولا۔

"اب میں اُسے بازار کیا کہیں نہ جانے دوں گا ــــ"

"سچ ــــ؟"

"بالکل سچ ــــ!"

اور پھر وہ زور زور سے قہقہے لگانے لگی۔

"کیا ڈر گئے ــــ مجھ سے ــــ ڈر گئے ــــ؟"

اور نرو تم سچ مچ ڈر گیا اور وہ گھبرا کر باہر کی طرف بھاگا ــــ

ننھا بیندا سے بے اختیار رونے لگا اور وہ روتا ہوا گھر سے باہر بھاگا
"میں اپنے گھر جاؤں گا ——"

اور سرجو حجام نے اُسے لپک کر پکڑ لیا اور وہ اُسے اپنے کلیجے سے لگاتے ہوئے بولا۔

"یہی تمہارا گھر ہے بیٹے — یہی ہے تمہارا گھر ——!"

"یہ میرا گھر ہے ——؟"

"ہاں ——"

"اچھا ——"

اور معصوم بچہ سہم کر اُس کے کندھے سے لگ گیا — اور سرجو کی بیوی لکھیا نے اُسے چمکار کر اپنی گود میں لے لیا۔

"میرا راجہ بیٹا — میرا لال ——"
اور وہ اُسے پیار کرنے لگی۔

بینی کاکا نے معصوم سریندر کے سامنے کھیر کا پیالہ بڑھایا
"کھالے میرے بیٹے — میرا بڑا اچھا راجہ بیٹا —— شاباش ——"
اور معصوم سریندر کھیر کھانے لگا —— اور بینی کاکا کی باچھیں کھل گئیں۔
"ایشور —— ! تم کتنے دیالو ہو ——"

اور وہ بے اختیار سریندر کی بلائیں لینے لگے ___
"کھیر کھالو بیٹے ___ میں تمہیں ماہم کے میلے میں لے چلوں گا ___"

○

"ہم تمہیں شمس آباد کی بازار دکھا لائیں گے ___"
سرجو چاچا نے نریندر کو پچکارا۔
"وہاں بڑی اچھی اچھی چیزیں بکتی ہیں۔ مٹی کے کھلونے ___ ہاتھی۔ گھوڑے
رتھ۔ گگائے۔ بیل اور سب کچھ ___"
"میں گھوڑا لوں گا ___" نریندر بولا اور سرجو خوش ہو گیا۔
"میں تمہیں ایک چھوڑ دو گھوڑے لے دوں گا ___"
اور پھر وہ اُسے اپنے کندھے پر بٹھا کر گھر سے باہر نکلا۔

○

بینی کاکا بوری ولی میں رہتا تھا۔ وہ سریندر کو لوکل ٹرین پر بٹھا کر ماہم
کیلئے روانہ ہوا۔
"دیکھو کتنا اچھا لگ رہا ہے ___" بینی کاکا نے سریندر کو پیار کیا۔
"ہے نا ___"
اور معصوم سریندر نے اثبات میں اپنا سر ہلا دیا۔

○

کلکتہ میل اپنی پوری رفتار کے ساتھ بمبئی کی طرف بھاگ رہا تھا
نرنجن داس فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں مالتی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ مالتی نے
پیار سے پوچھا ___
"نریندر کہاں ہے ___؟"

"وہاں ——" وہ بولا —"جہاں کہ ہم چل رہے ہیں ——"

"سچ ——؟"

"بالکل سچ ——"

اور مالتی نے پوچھا۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں ——؟"

"بمبئی ——"

"تو کیا ہمارا نرنیدر بمبئی میں ملے گا ——؟"

"ہاں ——" وہ بڑی تکلیف سے بولا —"وہیں ملے گا وہ ہمیں۔"

اور پھر مالتی اپنی آنکھیں بند کر کے برتھ پر لیٹ گئی اور نردوتم سوچنے لگا کہ اگر بمبئی میں بھی وہ کسی کا بچہ حاصل نہ کر سکا تو کیا ہو گا۔ آخر یہ اُس کی بیوی مالتی ٹھیک کیسے ہو سکے گی ——

اور وہ بہت دیر تک یہی سب کچھ سوچتا رہا۔

O

نرنوتم داس کسی گہری سوچ میں اپنی کالیا دیوی والی بیڑی پر بیٹھا تھا کہ اچانک فون کی گھنٹی بجی۔ اور اُس نے چونک کر رسیور اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"ہلو ——"

اور وہ یکبارگی چونک پڑا۔

"کیا کہا ——! کیا سچ ——؟"

"جی ہاں سرکار ۔۔۔! وہ ایک غریب آدمی ہے ۔۔۔ اگر آپ اُسے اپنے یہاں نوکری دے دیں تو وہ اپنے جگر کا ٹکڑا آپ کے حوالے کر دے گا۔"

"اچھا ۔۔۔" اُس نے فون پر کہا ۔۔۔ "تم اُسے فوراً لے کر میرے پاس آؤ ۔۔۔"

اور ۔ رسیور رکھ کر وہ کسی گہری سوچ میں غرق ہو گیا۔ اُس نے اُسی جگہ بیٹھے بیٹھے کئی پہلو بدلے ۔ وہ بُدبُدایا۔

"کیا وہ اپنی آنکھوں کا نور میرے حوالے کر دے گا ۔۔۔ کیا جگر کے ٹکڑے بھی کہیں بکتے ہیں ۔۔۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اپنے دل میں اندھیرا کر کے میرے اندھیرے گھر کو اُجالوں سے بھر دے ۔۔۔"

اور پھر اُس نے ایک سرد آہ لی۔

"مگر یہ کتنا بڑا ظلم اور کتنا بڑا انیائے ہو گا کسی کے ساتھ ۔۔۔ کسی کا کلیجہ نوچ لینا پاپ نہیں تو اور کیا ہے ۔۔۔؟"

"مگر مالتی کی حالت بھی تو مجھ سے نہیں دیکھی جاتی ۔۔۔ ڈاکٹر سنگھانی مجھ سے کہہ رہے تھے کہ اگر کسی بچے کا انتظام نہ ہو سکا تو مالتی بالکل ہی پاگل ہو جائے گی اور ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی جان ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔"

اور پھر اُس کے جگر سے ایک آہ نکل گئی۔

"میرے بیٹے ۔۔۔!" اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ۔۔۔ "نہ جانے وہ کہاں ہوں گے اور کس حال میں ہونگے ۔۔۔ نہ جانے وہ زندہ بھی ہوں گے کہ نہیں ۔۔۔"

کہ اتنے میں دروازے پر کوئی آ کر کھڑا ہو گیا۔ اور وہ اُس طرف دیکھ کر بولا۔

"آؤ آؤ شامل داس ۔۔۔! اندر آ جاؤ ۔۔۔"

اور شالداس اپنے جوتے اُسی جگہ اُتار کر اندر آگیا۔ اُس کے پیچھے ایک شخص اور تھا۔ شالی داس نے اندر آکر سلام کرتے ہوئے کہا۔

"یہ رام جوشی ہے سرکار — بڑا بھلا مانس ہے بیچارا —"

اور رام جوشی نے جو کہ حد درجہ کمزور تھا اور سہما سہما کھڑا تھا۔ بڑے ادب سے ہاتھ جوڑ کر نروتم داس کو نمستے کی۔ اور نروتم داس بڑی ملائمت سے بولا

"بیٹھو، بیٹھو — بیٹھ جاؤ بھائی —!"

اور وہ مسکینوں جیسی صورت بنا کر اُسی جگہ جوتوں کے پاس بیٹھ گیا۔

"ارے ارے !! — !! ادھر آؤ بھائی — ادھر بیٹھو۔ اس جگہ —"

نروتم داس نے اُسے اپنے سامنے قالین پر بیٹھنے کو کہا۔ اور وہ لجاجت سے بولا۔

"میں اسی جگہ ٹھیک ہوں سیٹھ —"

"نہیں نہیں اِدھر بیٹھو —"

"ہاں ہاں بھئی —" شالی داس نے اُس کا ہاتھ پکڑا — "اِدھر بیٹھو آکر"

اور رام جوشی وہاں سے اُٹھ کر نروتم داس کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔

"یہ بہت بھلا آدمی ہے سیٹھ صاحب — !" شالی داس بولا —

"مگر بہت غریب ہے بے چارا —"

"اچھا اچھا —"

"سیٹھ صاحب — !" رام جوشی ہاتھ جوڑ کر بولا — "مجھے کوئی کام دے دیجیئے سیٹھ جی — ! جیون بھر اپکار مانوں گا —"

"ضرور — ضرور —" نروتم داس بولا — "ضرور کام کرو —"

"اُس کی بچی بڑی خوبصورت ہے سیٹھ جی — بے ماں کی بچی ہے بیچاری اور یہ اُس کی دیکھ بھال نہیں کر سکتا، وہ ابھی دو سال کی ہے اور اُس کا سنبھالنا اُس کے لئے

بھاری ہے ـــ"

"تو ان کی بچی کو ہم سنبھال لیں گے ـــ" نروتم داس بولا ـــ "میرے گھر میں عیش کرے گی میش ـــ"

"حاضر ہے غریب پرور ـــ" رام جوشی کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔ "گھروالی اسے ایک سال کا چھوڑ کر مری تھی۔ جب سے میں ہی پال رہا ہوں اسے؛ اور اب ....."

شامل داس نے اُس کی بات کاٹی ـــ

"اور اب سے وہ سیٹھ صاحب کی بچی کہلائے گی۔ تم خوش ہونا ـــ"

"اندھے کو دو آنکھوں کے سوا اور کیا چاہیے مالک ـــ" رام جوشی بولا ـــ میری پتنی کی آتما آپ کو دُعائیں دے گی اور میں ساری زندگی غلامی کرونگا سرکار کی۔"

"بچی کہاں ہے ـــ؟"

"کہیے تو جا کر لے آؤں سرکار ـــ!" رام جوشی خوش ہو کر اُٹھتے ہوئے بولا۔

"مگر وہ لڑکی ہے ـــ" نروتم بڑبڑایا ـــ "مالنی کی تسلی شاید نہ ہو سکے گی" ـــ اور پھر وہ کچھ سوچ کر بولا ـــ "اچھا، تم تو لے آؤ اُسے ـــ!"

"سچ سرکار ـــ!"

"ہاں ہاں ـــ اُسے لے آؤ ـــ!"

"ابھی لایا سرکار ـــ"

رام جوشی تیزی سے باہر کی طرف بھاگا ـــ

○

رام جوشی کی آنکھوں میں آنسو تھے اور وہ اپنے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔ اور اُس کے قلب و جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے جا رہے تھے۔ وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولا۔

"یہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے سرکار ــــ میری آتما کی پکار ہے یہ ــــ"

اور نرو تم داس نے اُس کی پھول جیسی بچی کو اپنے کلیجے سے لگا کر کہا۔

"اور اب سے یہ میری بھی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے تم کوئی چنتا نہ کرو۔ ہم اُسے اپنی سگی اولاد کی طرح پالیں گے ــــ تم تو یوں سمجھو کہ اس کے بھاگ جاگ گئے ہیں۔ یہ میری کروڑوں کی جائیداد اور املاک کی مالک ہوگی ــــ"

"دھن ہو سرکار ــــ"

رام جوشی نے اپنی آنکھوں کے آنسوؤں کو پی جانے کی کوشش کی۔

"اپنے کلیجے پر بھاری پتھر رکھ کر اسے میں آپ کو سونپ رہا ہوں۔ جیتے جی اولاد کو کوئی نہیں بیچتا مالک، جان بیچ دیتے ہیں لوگ ــــ"

"تو تم اسے بیچ کہاں رہے ہو رام جوشی ــــ نہ تم اسے بیچ رہے ہو اور نہ میں اسے خرید رہا ہوں۔ بلکہ یہ ہم دونوں کی زندگی ہے۔ پہلے اکیلے یہ تمہاری تھی ــــ اور اب یہ ہماری زندگی بھی بن گئی ہے۔ ہم سب مل کر اس کی سیوا کریں گے۔ اور اسے پروان چڑھائیں گے..."

"جبھی تو لے آیا ہوں سرکار ــــ ورنہ جان دے دیتا۔ اولاد نہ بیچتا۔

"آج سے تم ایک سگے بھائی کی طرح میرے ساتھ رہو اور کام کرو۔ میرے پاس جو کچھ بھی ہے یوں سمجھ لو کہ وہ تمہارا بھی ہے میرا اکیلے کا نہیں ہے ــــ"

"آپ انسان کے روپ میں دیوتا ہیں سرکار ــــ"

اور یہ کہہ کر رام جوشی نروتم داس کے قدموں پر گر پڑا۔ اور نروتم داس نے اُسے اُٹھا کر اپنے گلے سے لگا لیا۔ ان دونوں کی آنکھوں میں خلوص اور محبت کے آنسو جھلملا رہے تھے ـــــ

○

مالتی کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو جھلملا رہے تھے اور وہ معصوم بچّی کو اپنے کلیجے سے لگائے ہوئے تھی وہ بے اختیار پکار اُٹھی۔

"میرا ارنیدر مجھے مل گیا۔ میری آشا مجھے واپس مل گئی ـــــ"

اور اُس کے مُنہ سے یہ سُن کر نروتم داس کا چہرہ کھِل اُٹھا۔ اور وہ بولا۔

"دیکھو میں نہ کہتا تھا کہ ہمارا ارنیدر ہمیں ایک نہ دن ضرور مل جائے گا ـــــ"

"مگر یہ لڑکیوں کا لباس کیوں پہنے ہوئے ہے ـــــ؟" مالتی نے بچّی کو بڑے غور سے دیکھا۔

"یہ سب اسے کس نے پہنا دیا ہے ـــــ؟"

اور پھر وہ اس کی فراک اُتارنے لگی۔

"میں اسے قمیص پہناؤں گی ـــــ یہ میرا بیٹا ہے۔ بیٹی تھوڑا ہی ہے ـــــ"

"اچھا اچھا ـــــ تم اسے لڑکوں کا لباس پہنا دو ـــــ"

اور پھر معصوم بچّی رینو اس گھر میں لڑکا بن کر پرورش پانے لگی۔ مالتی جس کی دماغی حالت بگڑ چکی تھی وُہ اسے ہمیشہ اپنا بیٹا کہہ کر پکارتی تھی۔ وہ اُسے یہی سمجھتی کہ یہ اُس کا کھویا ہوا ارنیدر ہے جو کہ اُسے مل گیا ہے۔

اور یہی ہدایت ڈاکٹروں کی بھی تھی کہ کوئی اس پہ یہ زور نہ دے کہ یہ اُس کا

بیٹا نہیں بلکہ بیٹی ہے ــــ اُسے یہی سمجھنے دیا جائے کہ یہ اُس کا کھویا ہوا نرنیدر ہے جو کہ اُسے مل گیا ہے۔

اور یہی ہدایات گھر کے نوکروں چاکروں کو بھی تھیں کہ وہ رینو کو ہمیشہ نرنیدر ہی کہہ کر مخاطب کریں۔ اور نرودتم داس بھی رینو کو اسی کے سامنے نرنیدر ہی کہہ کر مخاطب کرتا تھا اور اُسے پیار کرتا تھا۔ اُس نے کبھی بھول کر بھی اُسے بیٹی سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔

اور پھر ایک اُجڑا ہوا گھر جو شاید کبھی نہ بنتا اس طرح بس گیا کہ نرودتم داس کو بھی یہ اُمید ہو گئی کہ اُس کی بیوی موت کے خطروں سے دور نکل آئی ہے۔

اور اس طرح وہ سب ہنسی خوشی رہنے لگے۔

O

سرجو قصبہ کا مشہور حجام تھا۔ لہٰذا اُس نے اپنے بیٹے نریندر کو بھی اپنا یہ پیشہ سکھانا چاہا۔ اب نریندر بارہ برس کا تھا اور وہ بے حد شرارتیں کرتا تھا۔ وہ بہت زیادہ شریر تھا اور اُس کا جی کسی کام میں نہیں لگتا تھا۔ وہ اسکول بھی یونہی جاتا تھا۔ پڑھنا ڑھنا خاک نہیں تھا۔ اور شرارتیں زیادہ کرتا تھا۔

ایک دن وہ اسکول گیا تو اُسے ایک نئی شرارت سوجھی۔ اُس نے کاغذ کی بہت سی گولیاں بنا کر اپنے ڈیسک پر رکھ لیں اور پھر جب ماسٹر کلاس میں آیا تو اُس نے ایک گولی ڈلکس کی نوک پر رکھی اور اُنگلی سے نشانہ لگا کر وہ گولی اُس نے اتنی صفائی کے ساتھ پھینکی کہ وہ سیدھی ماسٹر صاحب کی ناک کی نوک پر لگی اور وہ یکبارگی اپنی کرسی پر سے اُچھل پڑا۔

"کون ہے یہ بدتمیز ——؟"

وہ زور سے گرجا اور سارا کلاس کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ ماسٹر اور زور سے گرجا

"خاموش بدتمیزو! ورنہ میں ——..."

اور اُس کا جملہ ابھی پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ دوسری گولی ہوا میں اُڑتی ہوئی آئی اور ماسٹر کے نچلے ہونٹ میں اتنے زور سے لگی کہ وہ واقعی تلملا گیا۔ اور ابھی وہ تلملا کر بید اُٹھانے جا ہی رہا تھا کہ تیسری گولی اُس کی آنکھ پر آ کر پڑی۔ اور ابھی

وہ سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ چوتھی گولی اور آئی اور پھر یکے بعد دیگرے گولیوں کی بارش ہونے لگی۔ اور ماسٹر جھنجھلا کر کلاس سے باہر نکل گیا۔

اور اُس کے جانے کے ساتھ ہی پورا کلاس دھاڑا۔

"ویل ڈن نرنیدر — شاباش دوست — بھئی کمال کر دیا — کیا نشانہ ہے —"

اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ لمبی داڑھی والے ہیڈ ماسٹر صاحب کلاس میں داخل ہوئے — یہ بڑے مارتے خاں تھے اور اُنہیں دیکھ کر پورے کلاس کا خون خشک ہو گیا۔ ماسٹر نے ہیڈ ماسٹر سے جا کر شکایت کی تھی۔ اور اسی لئے ہیڈ ماسٹر بید لئے کلاس میں داخل ہوا تھا۔ اُسے دیکھتے ہی سارے لڑکے ادب سے سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔

"یہ کس کی شرارت تھی —؟" وہ زور سے گرجا۔

"تم بولو جی —!" اُس نے اگلی نشست کے سب سے پہلے لڑکے سے سوال کیا۔ "یہ کس کی شرارت تھی —؟"

اور ادھر سے ایک گولی آئی اور ہیڈ ماسٹر صاحب کی داڑھی میں آ کر پھنس گئی۔ اور وہ مارے غصہ کے آگ بگولہ ہو گیا۔

"سؤر کے بچو —!" وہ زور سے چیخا — "میں تم سب کی کھال کھینچ لوں گا —"

اور ادھر سے دوسری گولی آ کر اُس کے مُنہ میں گھس گئی۔ اور وہ کھلا کر تھو تھو کرنے لگا — اور ضبط کے باوجود پورا کلاس ہنس پڑا — خود شکایت کرنے والے ماسٹر کو بھی ہنسی آ گئی — ہیڈ ماسٹر جھینپ کر بولا۔

"یعنی یہ کہ آپ بھی ہنس رہے ہیں!!"

اور ماسٹر نے جلدی سے اپنی ہنسی ضبط کی اور بولا۔

"مگر صاحب جس لڑکے کا بھی ہو، نشانہ غضب کا ہے۔"

"تو پھر اس کی شکایت آپ میرے پاس لے کر کیوں آئے تھے؟ آپ نے اس نشانہ باز کو انعام کیوں نہیں دیا تھا ۔۔۔؟" ہیڈ ماسٹر جل کر بولا اور پھر اس کی آواز سنائی دی ۔۔ "کون ہے یہ لڑکا ۔۔ میں سزا نہیں انعام دوں گا ۔۔!"

اور یہ سنتے ہی نریندر اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"تو لائیے انعام ماسٹر صاحب ۔۔!"

"تو یہ تم تھے ۔۔۔؟" ہیڈ ماسٹر دانت پیس کر بولا۔

اور اس نے آگے بڑھ کر نریندر کی کھال اڑانی شروع کر دی اور نریندر نے انتہائی غیض کے عالم میں جھنجھلا کر ہیڈ ماسٹر کی بید پکڑ لی۔ اور ہیڈ ماسٹر زور سے گرجا۔

"اُلو کا پٹھا ۔۔ نکل جاؤ تم ہمارے اسکول سے ۔۔"

"میں خود ایسے اسکول میں نہیں پڑھوں گا" ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نریندر بیزاری سے بولا ۔۔ "جہاں کا ہیڈ ماسٹر جھوٹا ہو ۔۔۔"

اور یہ کہہ کر وہ غصہ اور نفرت سے منہ بناتا ہوا کلاس سے نکل کر اسکول سے باہر چلا گیا اور ماسٹر اور ہیڈ ماسٹر صاحب دونوں اُسے دیکھتے رہ گئے۔

○

نریندر جیسے ہی اپنے گھر پہنچا تو اس کی ماں للکھیا اُسے دیکھ کر سکتے میں آ گئی۔ پہلے تو کچھ لمحے وہ اُسے اور اُس کی حالت کو بغور دیکھتی رہی اور پھر وہ بے اختیار بول پڑی۔

"کیا ہوا پوت ۔ میرے لال، تو اسکول سے واپس کیسے آ گیا ۔۔ ؟"

اور وہ مُنہ بنا کر بولا۔

"پاؤں پاؤں چل کر واپس آ گیا ۔۔۔ ؟"

"مگر تو اسکول سے واپس کیوں آ گیا ۔۔ ؟" لکھیا نے اُسے چمٹا لیا۔

"یہ تم جا کر اس اُلو کے پٹھے ہیڈ ماسٹر سے پوچھو کہ میں اسکول کیوں واپس آ گیا۔"

لکھیا نے اُسے چمٹا لیا۔ "آخر ہوا کیا ؟"

" ایسے اسکول میں نہیں پڑھوں گا جہاں کا ہیڈ ماسٹر جھوٹ بولتا ہو۔"

"کیا مطلب ۔۔۔ ؟"

"مطلب یہ کہ میں اسکول سے ہمیشہ کیلئے واپس آ گیا ہوں اور اب میں اسکول کبھی نہیں جاؤں گا ۔۔۔"

"تو کیا تو بھی اپنے باپ کی طرح جاہل رہے گا۔ اور ......"

اور وہ بات کاٹ کر بولا۔

"ہاں ہاں۔ میں جاہل رہوں گا۔ تجھے کیا ۔۔ ؟"

اور پھر وہ اپنا مُنہ لپیٹ کر کھُری کھاٹ پر پڑ گیا اور لکھیا اور زیادہ پریشان ہو گئی۔

○

بلینی کا کا جو دن بھر کے کام کاج کے بعد شام کے چھ بجے گھر واپس آیا تو اُس نے دیکھا۔ اُس کا بیٹا سریندر بڑے انہماک سے بیٹھا پڑھ رہا ہے۔

اور وہ سریندر کو اس طرح پڑھتے ہوئے دیکھ کر بڑے پیار سے بولا۔

"ارے ــــ ! تم اسکول سے آتے ہی پھر پڑھنے بیٹھ گئے بیٹے۔ میں نے کتنی دفعہ تم سے کہا کہ اسکول سے آ کر گھوما پھرا کرو۔ کھیلا کودا کرو۔ پھر رات کے آٹھ بجے پڑھنے بیٹھا کرو۔ مگر تم ......"

اور سرنیدر نے بڑے پیار سے باپ کی طرف دیکھا اور وہ بات کاٹ کر بولا۔

"بس ذرا اور پڑھ لوں باپو ــ کام اسکول کا ختم کر دوں۔ پھر کھیلوں گا۔ اس دفعہ بھی مجھے اوّل آنا ہے ــ"

"وہ تو تم اول آؤ گے ہی بیٹے ــ" اس نے سرنیدر کو پیار کیا ــ "مجھے اسکا یقین ہے۔ پھر اتنی زیادہ محنت کیوں ــ ؟"

"نہیں باپو، اس دفعہ اسکول میں میرے ساتھ ایک لڑکا اور بھی ہے۔ جو کلاس میں بہت زیادہ تیز ہے۔ اب کی اس سے مقابلہ ہے میرا۔ ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں وہ مجھے اس دفعہ مار نہ جائے۔ وہ بہت محنتی ہے ــ"

"کیا نام ہے اس لڑکے کا ــ" بینی مسکرایا ــ "جو میرے لال کو مار جائے گا ــ"

"اس کا نام امتیاز ہے باپو ــ وہ ڈپٹی صاحب کا لڑکا ہے ــ اور اسے تو گھر پر بھی ماسٹر پڑھانے آتا ہے ــ"

"میں گھر پر پڑھانے کے لئے تمہیں بھی ایک ماسٹر رکھ دونگا ــ"

"تم اس کی چنتا نہ کرو باپو ــ" سرنیدر بولا ــ "مجھے معلوم ہے کہ تمہاری آمدنی کم ہے۔ اور پھر تم کوئی ڈپٹی کلکٹر ہو کیا امتیاز کے باپ کی طرح ــ میں تو بغیر ٹیوٹر کے ہی امتیاز کی خبر لے لوں گا۔ تم ذرا امتحان تو ہونے دو ــ"

"شاباش میرے لال ــ!"

اور اس نے بڑے پیار سے اپنے بیٹے سرنیدر کو اپنے کلیجے سے لگالیا۔

اور وہ دل ہی دل میں سوچنے لگا۔۔۔ "ضرور یہ کسی بہت بڑے گھرانے کی اولاد ہے۔"
اور یہ سوچ کر بینی نرسرنیدر سے گھرانے اور اُس کے ماں باپ کے بارے میں سوچنے لگا۔۔ "نہ جانے کون ہوں گے اس کے ماتا پتا اور کہاں ہوں گے۔"

○

سیٹھ نروتم داس کی کار بنگلہ میں داخل ہوئی اور رینو نے گاڑی کے پورچ میں کھڑے ہوتے ہی لپک کر دروازہ کھولا۔

"آپ، آ گئے ڈیڈی ۔۔۔!"

"جی بیٹے ۔۔۔"

اور اُس نے کار سے نکل کر رینو کو اپنی گود میں بھر لیا۔

"تو کتنی اچھی بیٹی ہے میری کتنا پیار کرتی ہے تو مجھ سے۔"

"اور آپ بھی تو بہت چاہتے ہیں اپنی بیٹی کو ۔۔۔" وہ بولی ۔۔۔ "البتہ ماں مجھے ہر وقت ڈانٹا کرتی ہیں ۔۔۔"

"وہ تمہیں ڈانٹتی ہیں ہر وقت ۔۔۔؟"

"ہاں ڈیڈی ۔۔۔" رینو منہ پھلا کر بولی ۔۔۔ "ابھی ابھی وہ مجھ پر خفا ہو رہی تھیں" اُس نے بسور کر کہا ۔۔۔ "وہ مجھ پر خفا ہو رہی تھیں کہ میں لڑکا ہو کر یہ لڑکیوں جیسے کپڑے کیوں پہنتی ہوں ۔۔۔؟"

اور پھر وہ اپنے باپ کی گود سے اُتر گئی اور بولی۔

"آپ ہی کہئے نا ڈیڈی کہ کیا میں لڑکی نہیں ہوں ۔۔۔؟" وہ برابر بولتی گئی۔

"میرا کتنا جی چاہتا ہے کہ میں فراک پہنوں، اسکرٹ پہنوں، مگر وہ تو مجھے ہر وقت کوٹ

تپلون۔ بلیزر اور نیکر پہنانا چاہتی ہیں۔ مجھے لڑکی ہوکر لڑکوں جیسا لباس پہنتے شرم آتی ہے ڈیڈی۔" اور پھر وہ نروتم داس کی طرف بڑے تعجب سے دیکھ کر بولی۔

"یہ آپ سوچنے کیوں لگے ڈیڈی ۔۔۔!"

اور نروتم نے جھٹ سے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اُس نے اپنے ہوش و حواس جمع کئے۔ اور جھٹ سے بولا۔

"کچھ نہیں ۔۔۔ کچھ بھی تو نہیں بیٹی ۔۔۔" اور وہ اُسے پیار سے تھپتھپانے لگا۔

"آؤ ۔۔۔ اندر چلیں ۔۔۔"

اور وہ اُسے لے کر اندر آگیا اور بولا۔ "میں تمہاری ممی کو سمجھا دوں گا۔"

"کیا سمجھائیں گے ۔۔۔؟"

"یہی کہ وہ تمہیں کبھی کبھی فراک اور اسکرٹ بھی پہن لینے دیا کریں ۔۔۔"

اور یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے میں لباس تبدیل کرنے کیلئے چلا گیا۔

○

مالتی رینو کو ڈانٹ رہی تھی ۔۔۔

"یہ پھر تم نے اسکرٹ پہن لیا۔ عجیب بیٹے ہو تم ہمارے ۔۔۔ لڑکے ہو کر لڑکیوں کا سا لباس پہن تمہیں شرم نہیں آتی۔ خبردار جو اب کبھی لڑکی بننے کی کوشش کی ۔۔۔ کہے دیتی ہوں ہاں ۔۔۔ میں تمہیں بہت ماروں گی ۔۔۔"

اور پھر وہ خود ہی اُس کے کپڑے اتارنے لگی ۔۔۔ وہ اُسے سمجھانے کے طور پر بولی۔

"یہ بری بات ہے پوت ۔۔۔ دُنیا تم پر ہنسے گی۔ تم میں یہ زنانہ پن کہاں سے آگیا ہے؟"

اور رینو رو کھا کر بولی ۔۔۔

"میں لڑکی نہیں تو کیا لڑکا ہوں ماں! تمہارا تو جیسے کہ دماغ چل گیا ہے۔ میں تمہیں لڑکا دکھائی دیتی ہوں۔ تعجب ہے۔"

"ارے —!" مالتی نے ناک بھوں سکیڑی — "شرم نہیں آتی لڑکی کہتے ہوئے اپنے آپ کو —"

اور اتنے میں نرودتم آ گیا۔ اور وہ رینو سے بولا —

"بیٹے —! یہ بُری بات ہے۔ ماں کا کہا مانا کرتے ہیں۔ سچ تو کہتی ہیں ماں تمہاری، تم لڑکا نہیں تو اور کیا ہو؟"

اور اس پر رینو اور زیادہ چڑ گئی۔ اور وہ چلّا کر کچھ کہنے جا رہی تھی کہ نرودتم نے اشارے سے اُسے منع کر دیا اور وہ خاموش ہو گئی۔

اور اب وہ نیکر اور قمیص پہنے ہوئے کھڑی تھی اور نرودتم اُسے علیحدہ کمرے میں لے جا کر سمجھا رہا تھا۔

"بیٹی، یہ تمہاری ماں کا قصور نہیں، یہ اُن کے دماغ کی خرابی کا نتیجہ ہے کہ وہ تمہیں لڑکا سمجھ رہی ہے —"

"مگر یہ ایسا کیوں ڈیڈی —؟" رینو نے حیرت سے سوال کیا۔

اور نرودتم داس ایک سرد آہ بھر کر بولا۔

"بہت پہلے کی بات ہے کہ اُن کا ایک لڑکا تھا نریندر جو کہ سنگم پر ڈوب گیا تھا۔ اور جبھی سے یہ اُن کے دماغ کی خرابی شروع ہوئی ہے یہ تمہیں رینو نہیں بلکہ نریندر سمجھتی ہیں۔"

تو کیا —" رینو کا منہ فق ہو گیا — "کیا میں آپ کی بیٹی نہیں ہوں؟"

"ارے نہیں کبھی —" نرودتم بہت زیادہ بوکھلا گیا — "تم بیٹی تو ہماری ہی ہو — مگر یہ تمہاری ماں جو ہے نا۔ وہ تمہیں بیٹی نہیں بلکہ بیٹا ہی سمجھتی ہے۔ اور

اگر تم ہماری بیٹی نہ ہوتیں تو یہاں کیسے آتیں ــــ" اور پھر اُس نے رینو کے گال پر ہلکی سی ایک چپت لگائی۔

"پگلی کہیں کی ــــ"

اور رینو نے پوچھا ــــ "تو کیا نرنیدر میرا بھائی تھا ــــ؟"

"ہاں بیٹی ــــ بیچارا گنگا جمنا کے سنگم پر ڈوب مرا ــــ"

اور یہ سُنکر رینو اُداس ہوگئی اور وہ بولی ــــ

"یہ سُن کر مجھے بہت دُکھ ہوا ڈیڈی ــــ" اور پھر وہ بولی ــــ "اچھا، آج سے میں ضد نہیں کروں گی ــــ ماں کو بھی سمجھنے دوں گی کہ میں اُن کا بیٹا ہوں۔ بیٹی نہیں ہوں ــــ"

"شاباش ــــ" نرو تم بہت زیادہ متاثر کن انداز میں بولا ــــ "کتنی سمجھ دار ہے میری بیٹی ــــ" اُس نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا ــــ "جُگ جُگ جیو بیٹی ــــ" اور بڑے جوش میں اُس نے رینو کو اپنے سینے سے کھینچ لیا۔

○

نرنیدر نے اسکول جانا قطعی طور بند کر دیا تھا۔ اور اب وہ صبح سے شام تک قصبہ بھر میں اُدھم مچاتا پھرتا تھا۔ وہ بیحد شرارتی تھا اور اُس کی اس شرارت سے پورا قصبہ عاجز تھا۔

اُس نے اپنے ہم عمر لڑکوں کی ایک ٹولی بنائی تھی اور وہ اس ٹولی کا سرغنہ بنا ہوا اِدھر اُدھر شرارتیں کرتا پھرتا تھا۔

کسی کے باغ کے آم توڑ لیے تو کسی کے کھیت کی گاجریں اُجاڑ دیں۔ کسی کے کھیت

میں گھس کر مکئی کے بھٹوں کی شامت بُلادی تو کسی کے چنے کے کھیت میں گھس گیا اور اب کھیت کا صفایا ہو رہا ہے ــــ'

ایک دن وہ کریم میاں کے امرود کے باغ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھس پڑا اور باغ کا باغ اجاڑ کر اُس نے پھینک دیا۔ اور اب مالی ہے کہ آسمان اور زمین سر پر اُٹھائے ہوئے ہے ــــ

اُس کی ان لونڈوں سے مار پیٹ بھی ہوئی اور نریندر نے باغ کے رکھوالے کو خوب مارا۔ اور پھر یہ بات کریم میاں کے کانوں تک پہنچی اور کریم میاں مارے غصے کے آگ بگولہ ہوگئے۔ اور اُنہوں نے سرجو حجام کو اپنا آدمی بھیجکر بُلوایا۔ اور جب سرجو آکر اور ہاتھ باندھ کر اُن کے سامنے کھڑا ہو گیا تو وہ زور سے گرجے۔

"کیوں بے سرجوا کے بچے ــــ!"

اور سرجو حجام بے چارا ہاتھ جوڑ کر تھر تھراتے ہوئے بولا۔

"جی سرکار، حکم مالک ــــ!"

"حکم کا بچہ ــــ" وہ آگ بگولہ ہوگئے ــــ "یہ تیرے لونڈے کی آخر حرکت کیا تھی؟"

"کیا کیا اُس نے غریب پرور ــــ؟" وہ گھگھیانے لگا۔

"کیا کیا اُس نے ــــ؟" کریم میاں دانت پیس کر بولے۔ "کمینے نے میرا باغ اُجاڑ کر رکھ دیا اور تو پوچھتا ہے کہ کیا ہوا؟"

"ارے ــــ!" وہ زمین بوس ہو گیا۔ "میں شما چاہتا ہوں مالک۔! رحم کیجئے ــــ!"

"رحم کا بچہ ــــ!" کریم میاں جو کہ قصبہ کے زمیندار تھے اور زیادہ پیچ و تاب کھا کر بولے ــــ "یہ نقصان کون بھرے گا ــــ کیا تیرا باپ آئے گا نقصان بھرنے؟"

"دیا کیجیئے مالک۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ میں ایک غریب حجام ہوں سرکار! لڑکے کو میں ضرور سزا دوں گا—"

"کہاں ہے تیرا لاڈلا—" کریم میاں زور سے چیخے— "میں اس حرامزادے کی کھال کھنچوا لوں گا—"

اور یہ سُن کر سرجو حجام ساری جان سے کانپ گیا۔ وہ اپنے بیٹے نرتیدر کو بہت زیادہ چاہتا تھا۔ لہٰذا وہ رونے لگا—

"اُس پر دیا کیجیئے غریب پرور— نا سمجھ بچہ ہے، اب کبھی ایسا نہ ہو گا—"

وہ کریم میاں کے قدموں پر گر پڑا— "میں آپ سے رحم کی بھیک مانگتا ہوں—"

کریم میاں گرجے—

"نا سمجھ بچہ ہے—! پندرہ سولہ سال کا ہونے کو آیا لاڈلا— اور تو اُسے نا سمجھ اور دودھ پیتا بچہ ہی سمجھ رہا ہے— میں اُسے پولیس کے حوالے کر دوں گا۔"

اور یہ سُن کر سرجو کے اوسان خطا ہو گئے— اور وہ اور زیادہ گڑگڑانے لگا۔

"سرکار! دیا کیجیئے اس پر، میں آپ کا سارا نقصان پورا کر دوں گا جو چاہے تاوان لگا دیجیئے—"

"میرا کم از کم سَو سوا سَو کا نقصان ہوا ہے—" کریم میاں ترش روئی سے بولے— "لا نکال سَو روپے—"

"بھر دوں گا مالک—" سرجو مری ہوئی آواز میں بولا۔ "صرف ایک ہفتہ کی مہلت دیتے جیئے پچاس پچاس کر کے ہفتہ بھر میں چکا دوں گا۔"

اور اس پر کریم میاں کو ہنسی آ گئی اور وہ مسکرا کر بولے—"

"تو کیا تو یہ سمجھتا ہے سرجو کہ میں تجھ سے جرمانہ وصول کروں گا—؟" وہ بڑی شفقت سے بولے— "میں نے تو تجھے اس لئے بلوایا تھا کہ تو اپنے بیٹے کو سنبھال

اُس کی یہ حرکتیں اگر اور زیادہ بڑھ گئیں تو ایک دن جیل کی ہوا کھائے گا ــــ"

"آپ بڑے دیالو ہیں کریم میاں ـــ ایشور آپ کا بھلا کرے ـ' میں آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہ بھولوں گا مالک ـــ اور میں اپنے بیٹے کی آج اچھی طرح سے خبر لوں گا ـ اور اب میں اُسے اس طرح آزاد بالکل نہ چھوڑوں گا ـ اب سے اُسے میری ساتھ میری دوکان پر کام کرنا ہوگا ـــ"

" اچھا اب تم جا سکتے ہو سر جو ـــ!"

اور سر جو کریم میاں کو لاکھوں دُعائیں دیتا ہوا گھر واپس آگیا ـ اور گھر واپس آکر اُس نے زندگی میں پہلی مرتبہ نریندر کو بُری طرح سے ڈانٹا ـ وہ آتے ہی اپنی بیوی سے بولا ـ

"کہاں ہے وہ لکھ پتی کی اولاد ـ کہاں گیا وہ لاٹ صاحب ــــ"

"کیوں کیا بات ہے ــ" اُس کی بیوی اُس کا غصہ دیکھ کر سہم گئی ـــــ

"کیا کیا اُس نے ـــ؟"

" یہ پوچھ کہ اُس نے کیا نہیں کیا ـــ" سر جو بُرا سا مُنہ بنا کر بولا ـــــ

"وہ تو ایک دن مجھے جوتے کھلوا کر اور خود جیل جا کر مانے گا ـــ"

اور پھر اتنے میں نریندر وہاں خود ہی آگیا اور اُسے دیکھتے ہی سر جو آگ بگولہ ہو گیا ـ وہ اُسے ڈانٹ کر بولا ـــ

" کیوں جی یہ آخر تم میری پگڑی اُتروانے پر کیوں تلے ہوئے ہو؟" ـــ

اُس کی آواز میں درد پیدا ہو گیا ـــــ "کتنی دفعہ تمہیں میں نے سدھارنے کی کوشش کی ـــ کتنی دفعہ سمجھایا کہ بیٹے اپنی یہ حرکتیں تو چھوڑ دے ـ کیا فائدہ آخر دُنیا بھر کا غصہ اُٹھانے سے ـــ لوگ مفت میں تھوڑا ہی گالیاں نکالتے ہیں تو لونڈوں کے ساتھ مل کر اُن کا نقصان کرتا ہے ـ اور وہ روز میرے پاس شکایتیں لے کر آتے ہیں ـــ

آج ہی کریم میاں کا آدمی مجھے بُلانے آیا تھا۔ گیا تو اُن کی گالیاں سُننی پڑیں۔ وہ تو بھلے آدمی ہیں بے چارے۔ اپنے اتنے بڑے نقصان پہ وہ خاموش ہو رہے۔ ورنہ ضرور میری گت بن جاتی۔ اگر وہ پولیس میں رپٹ لکھوا دیں تو مفت میں تم بندھے بندھے پھرو گے — اور میں مارا مارا اِدھر اُدھر علیحدہ پھرونگا —"

وہ سمجھا بجھاتا رہا اور بکتا جھکتا رہا — اور نرنیدر سر جھکائے یہ سب سنتا رہا۔ پھر وہ یکبارگی بولا —

"مگر کریم میاں کی بگیا کے رکھوالے نے میرے ساتھ بدتمیزی کی تھی بابا — !" وہ مُنہ بگاڑ کر بولا — "اُس نے کیوں بدتمیزی کی میرے ساتھ — ؟ اگر میں دو چار امرود توڑ ہی لیتا تو کوئی نانی اُس کی مر جاتی — ؟"

"تم کیسی باتیں کرتے ہو پوت — !" لکھیا نرنیدر کی پیٹھ پہ ہاتھ رکھ بولی۔ "تم اب اتنے بھی بچے نہیں رہے بیٹا کہ ایسی ایسی حرکتیں کرتے پھرو اور لوگ بچہ سمجھ کر چھوڑ دیں —" وہ نرنیدر کو پیار کر کے بولی — "توبہ کر بیٹے کہ اب تو کبھی ایسی حرکتیں نہ کرے گا —"

"مگر میں نے کیا بھی کیا ہے ماں — ؟" وہ مُنہ بسور کر بولا "کیوں کریم میاں کی بگیا کے رکھوالے نے مجھے گالی دی تھی — !"

"اچھا اچھا —" سرجو بولا — "دیکھو اس بند کر اور چل میرے ساتھ دکان پر۔ اب تو میرے ساتھ دکان پہ کام کرے گا — میں تجھے بال کاٹنا سکھاؤں گا۔ آخر کو میرے باپ دادا کا دھندا تو تجھی کو سنبھالنا پڑے گا —"

اور پھر وہ نرنیدر کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ اُسی وقت مُسے دکان پہ لے کر چلا گیا۔

سریندر باہر سے خوش خوش آیا اور آتے ہی اپنے باپو سے لپٹ گیا اور بینی کاکا اپنے بیٹے کو گلے لگا کر بولا۔

"کیا ہوا بیٹے ــ آج تم بہت خوش دکھائی دے رہے ہو ــ؟" اور پھر جیسے کہ اُسے کوئی بات یاد آئی ــ" ارے ہاں، آج تیرا نتیجہ نکلنے والا تھا۔ کیا ہوا بیٹے؟"

"باپو، آپ کا بیٹا پورے اسکول میں اول نمبر پاس ہوا ہے۔ مٹھائی کھلائیے باپو! میں نے امتیاز سے بھی زیادہ نمبر حاصل کئے ہیں ــ اُسے ٹوٹل چھ سو میں سے ساڑھے چار سو نمبر ملے ہیں ــ اور میں نے چھ سو میں سے چار سو ستّر نمبر پائے ہیں ــ میرے بیس نمبر اس سے زیادہ ہیں ــ"

"شاباش میرے بیٹے ــ!" بینی نے سریندر کے دسویں اسٹینڈرڈ کی رپورٹ کو بغور دیکھتے ہوئے کہا ــ "سچ مچ تو بڑا لائق بیٹا ہے میرا ــ" اور یہ کہہ کر بینی نے سریندر کو بڑی زور سے کھینچ لیا ــ "اُس کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آگئے۔ اور وہ گلوگیر آواز میں بولا ــ "بیٹا ــ! ایسا لگتا ہے کہ تم اپنے باپ دادا کا نام ضرور روشن کرو گے ــ ایک دن وہ ضرور آئے گا کہ محض تمہاری وجہ سے میرا اسارا دلدر دور ہو جائے گا اور میں اپنے آدمیوں کے سامنے فخر سے سر اُٹھا کر چلوں گا ــ"

"ضرور باپو ــ" سریندر بولا ــ "میں پڑھ لکھ کر بہت بڑا آدمی بنوں گا باپو اور پھر تمہیں میں نوکری نہ کرنے دوں گا ــ اس کلرکی اور اکاؤنٹینسی کی تکلیف سے تمہیں نجات مل جائے گی ــ دیکھنا باپو۔ میں ہائی اسکول پورے بمبئی شہر میں اول کر پاس کروں گا ــ"

"میرا بیٹا ــــ!"

بینی نے سریندر کو بڑی زور سے کھینچ لیا اور آنسو اس کی آنکھوں سے کھسل کر اُس کے رخسار پر بہنے لگے ــ

○

نردوتم نے بڑی زور سے رنیو کو لپٹا لیا۔
"شاباش میری بیٹی — سچ مچ تو نے کمال کر دیا۔ اتنی سی عمر میں تو نے دسواں اسٹینڈرڈ پاس کر لیا اور اتنے اچھے نمبروں کے ساتھ — حیرت ہے —" اُس نے رنیو کی رپورٹ کو بڑے غور سے دیکھا — "یعنی یہ کہ تجھے چھ سو میں سے چار سو چونسٹھ نمبر ملے ہیں۔ حد کر دی تو نے —!"
"اب آپ دیکھئے گا ڈیڈی، — میں ہائی اسکول میں پورے بمبئی شہر میں اوّل نہ رہوں تو کہئے گا —"
"تو ضرور اوّل رہے گی بیٹی —" نردوتم نے اُس کی پیٹھ تھپکی — "اس کا مجھے یقین ہے — تو نے بیٹوں کا غم میرے دل سے چھین لیا ہے —"
اور وہ بہت دیر تک رنیو کی تعریفیں کرتا رہا۔

○

"تم بالکل گدھے ہو جی —" ایک گاہک نے نرنیدر کے ہاتھ کو زور سے جھٹکا دیا — "یہ تم نے بال کاٹے ہیں —؟"
"کیوں کیا ہوا صاحب —؟"
"ہوا تمہارا سر —" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولا — "تم نے تو میرا حلیہ ہی بگاڑ دیا۔"
اور اس پر نرنیدر مسکرا کر دبی زبان سے بولا —

"اب آپ کا حلیہ میں کیا بگاڑتا صاحب ۔۔۔!"

"کیا مطلب ۔۔۔" گاہک چمک گیا ۔۔۔" اس کے معنی یہ ہوئے کہ میرا حلیہ پہلے ہی سے بگڑا ہوا تھا ۔۔۔" وہ زور سے گرجا "کیوں ۔! تم یہی کہنا چاہتے ہو نا ۔۔۔"

اور وہ بڑی سادگی سے بولا ۔۔۔

"جی نہیں، ۔۔ میں کہاں، یہ تو آپ کہہ رہے ہیں ۔۔۔"

"گدھا ۔۔۔" وہ کرسی سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا ۔۔۔" میں بال کٹائی کا اگر ایک دھیلہ بھی دے جاؤں تو اپنے باپ کی اولاد نہیں ۔۔۔"

اور یہ کہہ کر وہ بڑبڑاتا ہوا وہاں سے چلا گیا ۔ اور نذیر دیسچے آکر بیٹھ گیا ۔

وہ بڑبڑایا ۔۔۔

"پیسے تو جیب میں تھے نہیں بابو صاحب کے لعد چلے تھے مجھ پر الزام لگاتے ۔۔۔"

اُس نے بُرا منہ بنایا ۔۔۔" میں نے بال اچھے نہیں کاٹے تھے ۔۔ ہونہہ ۔۔۔!"

اور پھر وہ دوسرے گاہک کی طرف متوجہ ہو گیا جو کہ ابھی ابھی دُکان کے اندر داخل ہوا تھا ۔۔۔

"آئیے بابو جی ۔۔ حکم ۔۔۔"

"بال کاٹ دو ۔۔۔"

"جو حکم صاحب ۔۔۔"

اور وہ کرسی پر بٹھا کر اُس کے بال کاٹنے لگا اور ابھی وہ بال کاٹ ہی رہا تھا کہ اُس آدمی نے آئینے میں دیکھ کر کہا

"ارے ارے، یہ کیا کیا تم نے ۔۔۔ اس طرف کا حصہ تو بہت چھوٹا کر دیا تم نے"

"تو لیجئے ۔ میں ادھر کا حصہ بھی برابر کئے دے رہا ہوں ۔۔۔"

اور نرنیدر نے جھٹ سے دوسری طرف کا حصہ اور کاٹ ڈالا ـــ اور وہ گاہک چلا آیا۔

"ارے ارے، یہ کیا کر رہے ہو تم ـــ؟"

"وہی جو آپ نے حکم دیا تھا صاحب ـــ" وہ بولا۔ "پھر دونوں حصے برابر کیسے ہوتے ـــ"

اور گاہک خون کے گھونٹ پی کر بیٹھ گیا۔

"یہ قلم ذرا اور چھوٹا کرو ـــ"

"یہ لیجیے صاحب ـــ" اور اُس نے اُسترے کی دھار سے وہ قلم اور چھوٹا کر دیا۔

"ارے ـــ! یہ تو بہت چھوٹا ہو گیا ـــ" وہ گاہک پیچ و تاب کھا کر بولا ـــ "اب کیا ہو گا ـــ؟"

جو آپ حکم دیں گے صاحب وہی ہو گا ـــ"

"تم گدھے ہو ـــ"

"گدھے گھاس چرا کرتے ہیں بابوجی ـــ" وہ پوری سنجیدگی کے ساتھ بولا۔

ـــ "وہ دو کانوں پر بال نہیں کاٹا کرتے ـــ" وہ ذرا سا مسکرایا ـــ

"نہ گدھے بال کاٹتے ہیں اور نہ کٹواتے ہیں ـــ"

اور وہ گاہک یکبارگی بھڑک اُٹھا ـــ

"اُلّو ـــ" اُس نے نرنیدر کو گھورا ـــ "تم سخت بدتمیز ہو جی ـــ!"

جواب میں نرنیدر دوسری طرف کی قلم برابر کرنے لگا ـــ اور اس چھوٹے بڑے اور گدھے اور اُلّو کی رخت بحث میں وہ صاحب بالکل ہی فارغ البال ہو گئے اور جب اُنھوں نے منہ اُٹھا کر آئینے میں اپنے آپ کو دیکھا تو مارے رنج اور غصے کے اُن کا منہ سُرخ ہو گیا۔ اور وہ یکبارگی تڑپ کر کرسی پر سے کھڑے ہو گئے۔

وہ زور سے چیخے۔

"ابے اُلّو کی دُم یہ کیا کیا تونے ۔۔۔!" وہ تقریباً رونے لگے ۔ "میں کسی کو اپنا منہ کیسے دکھا سکوں گا ۔۔۔"

"یہ میں کیا جانوں صاحب ۔۔۔!" اُس نے سنجیدگی سے جواب دیا ۔۔۔ "یہ آپ نے پہلے سوچا ہوتا ۔۔۔"

"کہاں ہے تیرا باپ' ۔۔۔ وہ سرجو کا بچہ کہاں گیا ۔۔۔؟"

وہ جامے سے باہر ہو گئے ۔۔۔ اور وہ مسکرا کر بولا۔

"سرجو کا بچہ تو یہاں موجود ہے صاحب' ۔۔۔ میں حاضر ہوں اگر آپ بھی بال کٹائی کے پیسے نہیں دینا چاہتے تو تشریف لے چلیئے سرجو کو پوچھ کر آپ کیا کریں گے ۔۔۔؟"

"مگر یہ تو نے کیا کیا ۔۔۔؟"

"وہی جو آپ نے حکم دیا تھا صاحب ۔۔۔!"

"کیا مطلب ۔۔۔؟"

"مطلب یہ کہ میں نے بال کاٹا ہے صاحب اور آپ نے بال کٹوائے ہیں"

اور پھر اس پر بڑا ہنگامہ ہوا اور دکان پر ایک بھیڑ جمع ہو گئی اور بھیڑ کا ہر آدمی اس غریب گاہک کی صورت دیکھ دیکھ کر ہنسنے لگا۔ مزنیذ رہتے واقعی بال اس انداز میں کاٹے تھے کہ اُس کا حلیہ بگڑ کر رہ گیا تھا۔ اور اُس کی صورت دیکھ کر ہنسی رُک نہیں سکتی تھی ۔۔۔

کہ اتنے میں سرجو آ گیا۔ اور وہ گاہک اس پر برس پڑا۔

"کیوں بے سرجوا ۔۔۔ اب آیا ہے تو ۔۔۔ دیکھ کہ تیرے بیٹے نے میرا کیا حلیہ بگاڑا ہے ۔۔۔ میں مارے جوتوں کے تم دونوں کا فرش کر دوں گا ۔۔۔"

"اے ۔۔۔ !" نرنیدر جو کہ اب اکیس بائیس سال کا ایک تگڑا نوجوان تھا۔ "اگر میرے باپ کو گالی دی تو اچھا نہ ہوگا۔ میں تیرا سر پھاڑ دوں گا ۔۔۔ ایسا ہی ہے تو لاؤ میں تمہارا سر بالکل ہی گھوٹے دیتا ہوں، پیسے نہ دینا گھٹائی کے ۔۔۔"

"حرامزادہ ۔۔۔ !" وہ گاہک گرجا۔ "تو جانتا نہیں ہے میں کون ہوں۔ میں زمیندار ہرچرن جی کا سالا ہوں۔ گھر کھدوا کر پھنکوا دوں گا۔ جوتے مار کر میں تم سب کو قصبے سے باہر نکلوا دوں گا ۔۔۔"

"مرگئے جوتے مارنے والے ۔۔۔"

اور یہ کہہ کر بہت زیادہ رد کئے اور بیچ بچاؤ کرنے کے باوجود نرنیدر اس ہرچند اس کے سالے پر پل پڑا اور مار مار کر اُس کا حلیہ سچ مچ بگاڑ دیا۔

اور بڑی مشکل سے سرجو نے اُسے روکا ۔۔۔ اور وہ ہرچرن داس کا سالا پٹ پٹا کر ایک کھنبھوڑے ہوئے کُتّے کی طرح دُم دبا کر چلا گیا۔

اور اُس کے جانے کے بعد سرجو اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اب اُسے اپنی تباہی صاف نظر آرہی تھی۔

○

ہرچرن داس جو کہ اس قصبہ کا ایک بڑا زمیندار تھا اور جس کی کہ زمین پر سرجو کا مکان بنا ہوا تھا۔ نے جب اپنے سالے کی یہ حالت دیکھی تو وہ آگ بگولہ ہو گیا اور اس نے اپنے آدمیوں کو بھیج کر پہلے تو سرجو کو اور اُس کے اس بیٹے نرنیدر کو خوب اچھی طرح سے پٹوایا اور پھر اس کے بعد اُس نے سرجو کا گھر کھدوا کر پھنکوا دیا۔ اور اُسے اپنی زمینداری سے نکال کر باہر کر دیا اور اپنے دیئے ہوئے کھیت اُس نے اُس سے چھین لیئے۔ اور سرجو

اب خانماں برباد ہو کر رہ گیا۔

"اب کیا ہوگا ____ ؟" آموں کے باغ میں ایک درخت کے نیچے پڑے ہوئے سرجو نے کراہتے ہوئے کہا ____ "اب ہم جائیں گے کہاں ____ ؟"

"رسول پور ____" لکھیا بولی ____ "ہم وہیں چل کر رہیں گے ____ میرے ماں باپ ابھی زندہ ہیں ____ اور میرا بھائی مجھ پر جان چھڑکتا ہے ____ سر چھپانے کی جگہ کی کمی میرے گھر والوں کے پاس نہیں ہے اور تم اپنے بال کاٹنے کا دھندا وہاں شروع کر دینا۔ بھگوان کی دھرتی بہت بڑی ہے ____"

"اب یہی سہارا تو رہ گیا ہے ____" سرجو ایک آہ بھر کر بولا۔ "اس عمر میں آکر سسرال والوں کی روٹیوں پر تو جا کر پڑنا ہی پڑیگا۔ یہی مقدر میں لکھا ہوا تھا۔"

"سسرال والوں کی روٹی پر پڑیں آپ کے دشمن باپو ____!" نریندر بڑے عزم اور پوری قوت کے ساتھ بولا۔ "چنتا نہ کرو باپو ____ میں بمبئی جاؤں گا۔ اور وہاں جا کر اتنا کماؤں گا ____ اتنا کماؤں گا ____ کہ تم ایک دن اس سسرے زمیندار ہرچرن سنگھ کی جائیداد خرید لوگے اور پھر تم بڑی شان کے ساتھ اکڑ کر اس قصبہ کے واپس آنا ____ میں اگر ہرچرن داس کا سر تمہارے قدموں پر نہ جھکا دوں تو میرا نام بھی نریندر نہیں باپو ____"

"جیتے رہو بیٹے ____" بیٹے کے اس عزم کے آگے سرجو کا کلیجہ گز بھر کا ہو گیا اور اس کا من مور کی طرح یکبارگی ناچ اٹھا ____ وہ بولا ____ "مجھے تم سے یہی امید ہے۔"

"نہیں باپو ____!" وہ سرجو کے پاؤں چھو کر بولا ____ "میں بھگوان کی سوگند کھا کر کہتا ہوں کہ اب سے تم مجھے پہلے جیسا نریندر نہ پاؤگے ____ میری آنکھیں اب خوب اچھی طرح کھل چکی ہیں اور میں نے یہ قسم کھائی ہے کہ میں زمیندار کے اس ظلم اور اس اپمان کا بدلہ لے کر ہی رہوں گا ____"

"جُگ جُگ جیو میرے لال ___" لکھیا نے زمیندر کی بے تحاشا بلائیں لے ڈالیں ___ "ایشور تمہیں جیتا رکھے ___"

"تم غم نہ کرو ماں ___ ہمارا جتنا کچھ گیا ہے۔ وہ سب میں دو ہی چار مہینے میں کما کر ڈھیر کر دونگا ___ اگر پوری بمبئی میں نہ اُلیچ ڈالوں تو پھر کہنا ___"

اور پھر یہ تینوں آدمیوں کا مختصر سا قافلہ رسول پور کیلئے روانہ ہو گیا۔

سسرال میں سرجو کی بڑی آؤ بھگت ہوئی اور لکھیا کے ماں باپ اور بھائیوں نے اُسے اس بات کا مطلق احساس نہیں ہونے دیا کہ وہ کسی اور کے رحم و کرم پر آکر پڑ گیا ہے اور اپنے سسرال والوں کے اس برتاؤ پر سرجو کا دل سنبھل گیا ___ اور اُس کے دل سے اپنی تباہی اور غریب الوطنی کا خیال بالکل جاتا رہا۔

"یہ تمہارا ہی گھر ہے جیجا جی ___" اُس کا سالا بولا ___ "کسی بات کا فکر کئے بغیر رہو ___ اور کوئی چنتا نہ کرو ___ اور میں تو کہتا ہوں کہ تم اپنے نقصان اور ہرجانے کا دعویٰ اُس راون صفت زمیندار پر کر دو ___ مقدمہ ہم لڑیں گے ___ اسکے خرچہ کی تم کوئی پرواہ نہ کرو ___"

اور اس پر سرجو بولا ___ "جانے دو بھیّا۔ دوکان کے پیسے تو میں کھڑے کر ہی چکا ہوں۔ اور بیل بدھیا بھی بیچ آیا ہوں۔ رہ گیا مکان سو وہ تو زمیندار جی ہی کا تھا ___ اپنا کیا تھا اس میں۔ میں تو کہتا ہوں کہ گذری باتوں پر مٹی ڈالو بھیّا ___!"

"جیسی تمہاری مرضی ___" اُس کا سالا سائیں بولا ___ "جانے دو ___"

"ہاں بھیّا ___ !" وہ بولا ___ "البتہ کوئی دوکان اس

قصبہ میں ڈھونڈھ دوں جلد ہی اپنا دھندا یہاں چالو کر دینا چاہتا ہوں — چار پیسے آنے لگیں تو کیا بُرا ہے —"

"دوکان تو میری نظر میں ہے —" سائیں بولا — "کل ہی چل کر دکھاتا ہوں تمہیں دیکھ کر تمہارا جی نہال نہ ہو جائے تو پھر کہنا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ دھندے کی اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ کوئی تم غیر جگہ تھوڑے ہی آئے ہوئے ہو کہ اپنے آپ کو بوجھ سمجھو —"

"نہیں پھر بھی کام چالو ہو" سرجو بولا — "کام چالو ہو جائے تو اچھی بات ہے سامان میں کل ہی شہر جا کر لے آؤں گا —"

"کل کے بعد —" نریندر بولا — "کل تو میں بمبئی جا رہا ہوں —"

"اتنی جلدی بھی کیا ہے نریندر —!" سائیں بولا — "ننھیال آئے ہو دو چار دن تو رہ لو —"

"نہیں ماما —!" نریندر نے کہا — "میں کل ہی بمبئی جاؤں گا — جب تک میں بمبئی نہ پہنچ جاؤں گا مجھے چین نہ پڑے گا — میں اُس سُوّر کے بچے زمیندار کی ساری شیخی خاک میں ملانے پر تُلا ہوا ہوں —" اور وہ پھر لجاجت سے بولا — "مجھے نہ روکو ماما —"

"اچھا بھئی —"

اور پھر دوسرے ہی دن نریندر رسول پور سے دُور دراز سفر پر بمبئی کے لئے روانہ ہو گیا۔

گاڑی بمبئی کی حدود میں داخل ہو چکی تھی اور نریندر بڑی حیرت اور بڑی اُمنگ کے ساتھ بمبئی کے نظاروں میں گم تھا کہ اُس کی گاڑی نے ایک ایسی گاڑی کو کراس کیا جس میں کہ انجن نہیں لگا ہوا تھا مگر وہ بڑی تیزی کے ساتھ بھاگی چلی جا رہی تھی۔ اور وہ اس بغیر انجن والی گاڑی کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"ارے ___! یہ گاڑی کیسے بھاگ رہی ہے ___؟" وہ بے اختیار بول پڑا تو پاس بیٹھے ہوئے ایک آدمی کے چہرے پر مسکراہٹ کھیل گئی ___ وہ بولا۔

"تم نے ایسی ریل کبھی نہیں دیکھی تھی جو بغیر انجن کے چلتی ہے ___؟"

"نہیں تو ___" وہ حیرت سے اپنی ریل کے ساتھ ہی ساتھ اس گاڑی کو بھاگتے ہوئے دیکھ رہا تھا ___ "میں نے ایسی ریل کبھی نہیں دیکھی تھی۔ یہ تو بالکل دو مُنہ کا سانپ معلوم ہو رہی ہے ___"

"تم بمبئی پہلی مرتبہ جا رہے ہو ___؟"

"جی ___"

"تو ٹھیک ہے" وہ آدمی بولا ___ "تم بمبئی میں نہ جانے کیا کیا دیکھو گے۔ ابھی تو جا ہی رہے ہو۔ دیکھنا کہ وہاں اور کیا کیا ہوتا ہے۔ وہاں نہ جانے کتنے ہی دو مُنہ والے سانپ تمہیں دکھائی دیں گے ___"

"اچھا ـــــ!" نرنیدر کا مُنہ کُھلا کا کُھلا رہ گیا ــ "سچ ـــ!"
"جاہی رہے ہو نا ــ دیکھ لینا ـــ"
اور پھر اس کی ریل بغیر انجن والی ریل کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکل گئی ـــ اور نرنیدر بمبئی کے بارے میں بہت کچھ سوچنے لگا ــ کہ اتنے میں دادر آ گیا اور بہت سے مسافر دادر پر اُترنے لگے ـــ نرنیدر نے اپنے ہمسفر سے سوال کیا۔
"یہ لوگ یہاں کیوں اُترے جا رہے ہیں؟"
"بمبئی آ گیا ـــ!"
"کیا یہی بمبئی ہے ـــ"
"اس کے آگے بھی ہے ـ" وہ بولا ــ "بمبئی بہت بڑا شہر ہے ـ تم کہاں اُترنا چاہتے ہو ـــ؟"
"میں تو بمبئی جاؤں گا ـــ"
"بمبئی یہ بھی ہے اور آگے بھی ـــ"
"تو میں آگے ہی جانا چاہتا ہوں ـــ"
"تو پھر اطمینان سے بیٹھے رہو ـــ"
"یہ گاڑی بمبئی جا کر ختم ہو جائے گی نا ـــ؟"
"بمبئی پہنچکر ساری حدیں ختم ہو جاتی ہیں یہ مسافر کی منزل کی انتہا ہے ـ"
"تو منزل کی انتہا میں ہی دیکھوں گا ـــ"
"دیکھو ـــ"
اور پھر بائیکلہ آ گیا ـ مسافر یہاں بھی اُترنے لگے ـ نرنیدر نے پھر سوال کیا۔
"آ گئی منزل ـــ؟"
"اپنی منزل تو آ گئی بھئی ـــ" وہ آدمی بولا ــ اور سامان سمیٹ کر اُترنے لگا

"البتہ اس گاڑی کی منزل اب اگلی ہے ـــــ"

"تو پھر میں اس گاڑی کی منزل کا انتظار کرتا ہوں ـــــ"

اور وہ آدمی جواب دئے بغیر گاڑی سے اُتر گیا اور نریندر اپنی منزل کا انتظار کرنے لگا۔ یہاں تک کہ پوری بندر آ گیا ـــ اور گاڑی وکٹوریہ ٹرمینس پر جا کر کھڑی ہو گئی اور بقیہ مسافر بھی جلدی جلدی اُترنے لگے۔

"کیا بمبئی آ گئی ـــــ؟"

"ہاں بھئی ـــــ" ایک گجراتی بولا ـــ "آ گئی گئی چھے ـــــ" اور وہ اپنا سامان سمیٹ کر اُتر گیا۔

"تو بمبئی آ گئی ـــــ؟"

نریندر بھی اپنا سامان لے کر اُتر گیا۔

"حمال ـــــ" ایک قلی نے اُس سے سوال کیا اور نریندر نے قلی کو حیرت سے دیکھا۔

"یہ حمّال کیا ہوتا ہے جی ـــــ" اور وہ اپنا سامان اپنے اوپر لادنے لگا۔

قلی بولا ـــــ "تمہیں قلی منگتا ہے ـــــ؟"

"اچھا ـــــ!" نریندر حیرت سے بولا ـــ "اس تمہاری بمبئی میں قُلی کو حمال کہتے ہیں ـــ؟" وہ مُسکرایا

"اچھا کیا پیسے لو گے ـــ؟"

"ایک روپیہ ـــــ"

"ایک روپیہ ـــــ!" وہ آنکھیں مٹکا کر بولا ـــ "باپ رے باپ"

اور پھر وہ سارا سامان اُس نے اپنے اوپر لاد لیا۔

"میں بمبئی میں روپیہ لُٹانے نہیں بلکہ کمانے آیا ہوں ـــ"

اور یہ کہہ کر وہ چل دیا اور ابھی وہ دو ہی چار قدم آگے بڑھا تھا کہ پیچھے سے

شی شی کی آواز آنے لگی۔ اور وہ یہ سمجھ کر کہ کوئی کوچوان کسی جگہ اپنی گھوڑے کو پیشاب کرا رہا ہے، آگے بڑھتا رہا اور شی شی کی آواز اُس کے قریب آ گئی۔ بہت قریب یہاں تک کہ وہ چونک پڑا۔ اور ادھر سے ایک پولیس والے نے اُسے لپک کر پکڑ لیا اور اُس نے حیرت سے گھوم کر اُسے دیکھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔۔۔" وہ پولیس کے سپاہی پر ناراض ہونے لگا۔۔۔

"تم نے کیا سمجھ کر میرا بازو پکڑا جی۔۔۔ بڑے بدتمیز ہو تم۔۔۔"

اور وہ پولیس کا سپاہی ڈپٹ کر بولا۔

"ہم کاہے کو مارتا ہے۔۔۔ ہم تمہارا سامان پتاس کرنے کو منگتا ہے"

اور نریندر کی بالکل سمجھ میں نہ آیا کہ وہ آدمی کون ہے اور کیا کہہ رہا ہے۔

وہ گرج کر بولا۔

"تم یکدم اُلو کے پٹھے ہو جی۔۔۔" اور اُس نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنا بازو اُسکی گرفت سے آزاد کرا لیا۔ "نہ جانے کیا بکواس کر رہا ہے گدھا۔۔۔!"

"اے۔۔۔!" پولیس مین نے اُسے ڈانٹا۔ "تم اپن کو گالی دیا۔۔۔ ہم ابھی تمہارا بھیجہ برابر کر ڈالینگا۔۔۔"

"ابے تو بکتا کیا ہے۔۔۔"

"سامان دکھاؤ۔ نہیں تو ہم تمہارا کچرا کر ڈالینگا۔۔۔"

"سامان!۔۔۔ کیسا سامان۔۔۔؟ اور تو ہوتا کون ہے میرا سامان دیکھنے والا۔۔۔؟" نریندر نے اُسے ڈانٹا۔

"ہم کون ہوتا ہے۔۔۔!" پولیس مین نے اُسے زور سے جھٹکا دیا۔۔۔ "یہ تمہیں ابھی کھبر پڑ جائینگا۔۔۔"

اور اس جھٹکے کے ساتھ نریندر کے سر پر رکھا ہوا ٹرنک نیچے گر پڑا۔

وہ اپنا ٹرنک اپنے سر پر لادے ہوئے تھا۔ تُسلی میں بندھا ہوا بستر اس کے ایک شانے سے لٹکا ہوا تھا اور اُس کے دوسرے ہاتھ میں ایک ہتھی تھی۔

"کمینہ کہیں کا ۔۔۔!"

اور نرنیدر غصّہ میں پولیس والے کے ایک فرمائشی چانٹا لگانے ہی جا رہا تھا کہ یکبارگی وہ کچھ سوچ کر رُک گیا ۔۔۔ اور اُدھر وہ بولا۔

"ہم پولیس ہے ۔۔۔ بمبئی کا پولیس ۔۔۔"

"اوہ ۔۔۔!" نرنیدر جیسے کہ سوتے میں ڈر گیا اُسنے اس آدمی کو بڑے غور سے دیکھا ۔۔۔ "بمبئی کی پولیس ایسی ہی ہوتی ہے ۔۔۔؟"

"سامان دکھاؤ اپنا ۔۔۔"

"دیکھ لو بھئی ۔۔۔" وہ لجاجت سے بولا۔ اور خود ہی اپنا سامان جلدی جلدی کھول کر اُسے دکھانے لگا ۔۔۔ ایک دوسرا شخص جو کہ پاس ہی کھڑا تھا۔ نرنیدر کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اُس نے نرنیدر کی تلاشی ہو چکنے کے بعد ایک چھوٹا بنڈل اُسکی ہتھی میں چپکے سے ڈال دیا ۔۔۔

"اب تم جانے کو سکتا ہے ۔۔۔"

پولیس والے نے نرنیدر کو جانے کی جانے کی اجازت دے دی اور وہ اپنا سامان اُٹھا کر جانے لگا ۔۔۔ "دھنواد ۔۔۔!"

اب اس آدمی کی تلاشی ہونے لگی اور اتنی دیر میں نرنیدر گیٹ سے باہر ہو گیا اور تلاشی ہو چکنے کے بعد وہ آدمی بڑی تیزی کے ساتھ نرنیدر کے پیچھے لپکا ۔۔۔ نرنیدر کی ہتھی میں اُس کا بنڈل جو پڑا تھا ۔۔۔

اُس نے گیٹ سے نکل کر نرنیدر کو آواز دی۔

"لاٹ صاحب ۔۔۔!"

اور نرنیدر یکبارگی رُک گیا ۔۔۔ اُس نے گھوم کر پیچھے دیکھا وہ مسکرانے لگا
"تم کیسے معلوم ہوا کہ میرا نام لاٹ صاحب ہے ۔۔۔"
وہ آدمی بولا ۔۔۔ "تم پولیس مین سے باتیں جو لاٹ صاحبوں کی طرح کر رہے تھے ۔۔۔!"

اور وہ ہتھیلی میں سے اپنا ڈبہ نکالنے کی کوشش کرنے لگا ۔ اُس نے اپنا ہاتھ بڑھایا ۔۔ اور نرنیدر یکبارگی گھوم گیا ۔ اور ہتھیلی دوسری طرف ہو گئی ۔ اُسنے دوسری طرف سے ہاتھ بڑھایا ۔۔ اور نرنیدر پھر گھوم گیا ۔۔۔ اور اس طرح کئی دفعہ ہوا ۔ وہ جب ہتھیلی کی طرف ہاتھ بڑھاتا نرنیدر دوسری طرف گھوم جاتا اور اس شخص کو ناکامی ہوتی ۔ نرنیدر بولا ۔

"قصبے میں میرے سارے دوست مجھے لاٹ صاحب کہہ کر پکارتے ہیں"
"تم ہو ہی لاٹ صاحب ۔۔۔" وہ آدمی بولا ۔۔۔ "وہ تمہیں تمہارے صحیح نام سے پکارتے تھے ۔۔۔" اور پھر وہ بولا ۔۔۔ "تم کام کیا کرتے ہو ۔۔۔؟"

اور جواب میں غیر ارادی طور پر نرنیدر نے اپنے داہنے ہاتھ کی دو انگلیوں سے قینچی چلانے کا اشارہ کیا ۔ دراصل وہ حجام تھا ۔۔ لہٰذا اُس کی اُنگلی چل گئی اور پھر وہ گھبرا کر استرا چلانے کا اشارہ کرنے لگا ۔۔ اور وہ آدمی سمجھا کہ وہ جیب کاٹنے کے ساتھ ہی ساتھ گلا کاٹنے کا اشارہ بھی کر رہا ہے لہٰذا وہ خوش ہو کر بولا ۔

"پھر تو اس شہر بمبئی میں تمہیں لکھ پتی بننے میں دیر نہ لگے گی ۔۔۔ یہاں اسی کام کی توجے کار ہے ۔۔۔" اور پھر وہ بولا ۔۔ "تم یہاں ٹھہرو گے کہاں ۔۔۔؟"
"کسی جگہ بھی ۔۔۔!" نرنیدر بولا ۔۔۔ "میں اس شہر میں نیا نیا آیا ہوں ۔ کام دھندے کی تلاش میں ۔۔۔" اور پھر اُس نے بڑے عزم کے ساتھ کہا ۔۔۔
"میں سچ مچ بمبئی میں لکھ پتی بننے آیا ہوں ۔۔۔"

"تو میرے ساتھ آؤ —" وہ آدمی بولا۔ "میرے ساتھ چلو — آج سے ہم دونوں جگری یار ہو گئے۔ تم اگر مہینہ دس دن میں ہزاروں نہ کما لو تو میرا ذمہ یہاں تو ہم جیسوں ہی کی دال بڑے مزے کے ساتھ گلتی ہے —"

"تم کہاں رہتے ہو —؟"

"چلو گے تو معلوم ہو جائے گا —"

اور پھر وہ نرندر کو ساتھ لے کر چلا گیا — دونوں ایک ٹیکسی میں بیٹھے اور ٹیکسی روانہ ہو گئی۔

O

وہ آدمی جس کا نام جگّو تھا، اپنے گینگ کے سردار اور مالک سیٹھ تو اری لال سے کہہ رہا تھا۔

"سیٹھ —! میں سچ کہتا ہوں کہ وہ آدمی بڑے کام کا ہے —"

"کیا نام ہے اُس کا —؟"

"نرندر — مگر ہم اُسے لاٹ صاحب کے نام سے پکاریں گے۔ اُسے اس نام سے بڑا پیار ہے —" اُس نے اور وضاحت کی۔

"ابھی بمبئی میں نیا نیا آیا ہے — اپنے کام میں بڑا ہاتھ بٹائیگا —"

"سوچ سمجھ لیا ہے نا —"

"بالکل سرکار — بالکل سیدھا سادا اور بھولا بھالا ہے ابھی — بہت کام کرے گا — بمبئی لکھ پتی بننے آیا ہے —"

"دیکھو اچھی طرح سوچ سمجھ لو جگو —!" اسمگلروں کے سردار سیٹھ تو اری لال

نے کہا۔۔۔

"اپنا دھندا تم اچھی طرح جانتے ہو؟"۔۔۔

"کوئی فکر نہیں سیٹھ۔۔۔!"

"اچھا تو اسے لو اسے کام پر۔۔۔" سیٹھ اتواری لال بولا۔۔۔ "لالچ دینے کیلئے اسے پندرہ ہزار ایڈوانس دیدو۔ اور پھر ہر کام میں اس کا حصہ بھی رکھ دینا۔۔۔ جتنا زیادہ بڑا کام کرے گا اتنا ہی مال اسے ملے گا۔ تم تو جانتے ہی ہو کہ میں اپنے آدمیوں کا کتنا خیال کرتا ہوں۔۔۔"

"جانتا ہوں سیٹھ۔۔۔!"

"مگر دیکھو میرے بارے میں اسے کچھ نہ معلوم ہو۔۔۔"

"مجال ہے سیٹھ۔۔۔"

"اس لئے کہ تم تو جانتے ہی ہو کہ شہر میں میری کتنی بڑی عزت ہے۔ میں جے۔ پی ہوں۔ کئی لمیٹیڈ کمپنیوں کا ڈائرکٹر ہوں۔۔۔ اور میں کتنا بڑا نیتا ہوں۔"

"مجھے سب کچھ پتہ ہے سرکار۔۔۔!"

"تو پھر اسے آج ہی سے کام پر لگا لو۔۔۔ اس کی ٹریننگ میں تمہارے سپرد کرتا ہوں۔۔۔"

"یس باس۔۔۔"

اور پھر جگو خوش خوش سیٹھ اتواری لال کے فلیٹ سے جو کہ میرین ڈرائیو پر واقع تھا واپس آگیا۔

◯

جگو نے اپنے مکان پر آتے ہی جگو سے کہا۔

"مبارک ہو دوست تم کام پر آج ہی سے لگ گئے ــــ"

"سچ ــــ!"

"بالکل سچ ــــ"

"مگر کام کیا کرنا پڑے گا ــــ؟"

"وہی کہ جو تم اپنے دیش میں کرتے رہے ہو ــــ"

"مگر میں تو اس حجام پٹی کا دھندا یہاں رہ کر نہ کروں گا ــــ"

"تجارت ہی کا کام میں تمہیں سونپوں گا ــــ مگر ذرا فرق کے ساتھ ــــ پہلے تم بال کاٹتے تھے ــــ اور اب تم بال نہیں، حکومت کا گلا کاٹو گے ــــ اور عام انسانوں کا گلا کاٹنے کا کام بھی میں تم سے نہ لوں گا ــــ"

اور اس پر نریندر الجھ کر بولا۔

"میں سمجھا نہیں ــــ"

"میں تمہیں سب کچھ سمجھا دوں گا ــــ" اور پھر وہ مسکرایا ــــ "جانتے ہو اس چھوٹے سے بنڈل میں جو کہ میں نے اسٹیشن پر تمہاری ہتھی میں رکھ دیا تھا کیا تھا ــــ؟"

اور جواب میں نریندر نے لاعلمی میں اپنا سر ہلایا ــــ اور وہ رازداری کے طور پر بولا ــــ

"اس اتنے چھوٹے سے بنڈل میں کم نہ زیادہ پورے اسی ہزار کا مال تھا ــــ"

"کیا ــــ!"

"ہاں ــــ" وہ مسکرایا ــــ "اس میں اسی ہزار کی کوکین تھی ــــ"

"اچھا ــــ!"

"ہاں ـــ" وہ مسکرایا ـــ "اور اب ہمارے ساتھ مل کر تم بھی یہی کام کرو گے اور لکھ پتی اتنی جلدی بن جاؤ گے کہ پلک جھپکاتے بھی دیر لگتی ہے ـــ"

"مگر ـــــ ...."

اور جواب میں جگو نے اُس کے سامنے پندرہ ہزار کے نوٹ ڈھیر کر دئے۔

"یہ تمہاری پیشگی ہے ـــ"

اور سریندر ہزار کے اس ڈھیر کو دیکھ کر سریندر کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ اور اُس کا دل بڑی زور زور سے اُس کے سینے میں دھڑکنے لگا اور وہ کوشش کے باوجود انکار کی جرأت اپنے اندر پیدا نہ کر سکا ـــ غیر ارادی طور پر اُس کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔ اور اُس کی آنکھوں میں زمیندار ہرچرن سنگھ کی طرف سے خون اُتر آیا۔

"میں تمہارے ساتھ ہوں دوست ـــ!"

"تو یہ نوٹ سب کے سب تمہارے ہیں پیارے۔ اُٹھا لو انہیں ـــ"

اور سریندر نے وہ پندرہ ہزار کے نوٹ اُٹھا کر اپنے کلیجے سے لگا لئے۔ اُس کی زندگی میں یہ پہلا زبردست انقلاب تھا۔

○

سریندر سا بہت ہی اُداس تھا اور وہ اُمید و بیم کی کیفیت کے درمیان اپنا سر جھکائے کھڑا تھا۔ کہ اتنے میں اُس کے دوست راجیش نے آ کر اُس سے کہا۔ "یار سریندر معاف کرنا، بہ صرف پندرہ روپے میں تمہیں دے سکتا ہوں، یہ لو۔"

اور یہ کہہ کر اُس نے پندرہ روپے سریندر کی طرف بڑھا دئے ـــــ

"مگر یار ـــ" سریندر مری ہوئی آواز سے بولا ـــ "تم تو جانتے ہی ہو

کہ مجھے ایف ایس سی کے سالانہ امتحان کی فیس بھرنی ہے اور میرے پاس صرف بیس ہی روپے ہیں۔ یہ پندرہ تو کسی صورت سے بھی کافی نہ ہوں گے ۔"

"مگر کیا کروں دوست ۔" راجیش بولا۔ "میرے پاس اس سے زیادہ ہیں ہی نہیں اور یہ پندرہ روپے بھی میں نے محض تمہاری وجہ سے ماں سے مانگے ہیں ۔"

"تو یہ روپے تم اپنی ماں کو واپس کر دو ۔" سریندر بڑی ملائمیت سے بولا۔ "میں کوئی اور دروازہ دیکھ لوں گا ۔"

اور یہ کہہ کر وہ بڑی افسردگی کے ساتھ وہاں سے چلا گیا ۔

○

"سیٹھ جی ۔!"

سریندر کا باپ بیجی کا کا سیٹھ نروتم داس کے سامنے گڑگڑا رہا تھا ۔ "مجھے سو روپوں کی بڑی ضرورت پڑ گئی ہے سیٹھ جی ۔ اگلی تنخواہ میں کاٹ لیجیئے گا"

"اگلی تنخواہ ۔!" سیٹھ نروتم داس طنزیہ بولا ۔ "تمہاری تنخواہ ہے ہی کتنی کہ میں اُس میں سے سو روپے کاٹ لوں گا ۔ صرف ڈیڑھ سو روپے ماہوار تو تمہیں ملتے ہی ہیں ۔" پھر وہ بولا ۔ "میں مجبور ہوں بیجی جی ۔ سو روپے نہیں ہو سکے گا ۔"

"مگر سیٹھ ۔۔۔۔"

"کیا سیٹھ سیٹھ کر کے دماغ چاٹ رہے ہو ۔" نروتم داس نے اُسکی بات کاٹی ۔ "تم اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ ابھی پچھلے ہی مہینے میں رام جوشی کا دیہانت ہوا ہے، اور اس کے کریا کرم میں میرے ضرورت سے زیادہ روپے خرچ ہو چکے ہیں ۔ اور پھر

روپیہ کا کوئی باغ تو لگا نہیں میرے یہاں ــ"

"مگر میرے بیٹے کو ایف ایس سی کے امتحان میں بیٹھنا ہے سیٹھ جی ــ اور اُس کے امتحان کی فیس........"

"میں کچھ نہ کر سکوں گا منیم جی ــ" نروتم داس رُکھائی سے بولا ــ "مجھے شما کرو ــ"

اور یہ کہہ کر اُس نے رسیور ہاتھ میں لے لیا ــ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔

"ہلو ــ" اور پھر اُس کی باچھیں کھل گئیں۔

"کون ــ میری بیٹی رینو ــ بولو، بولو، بیٹی ــ کیا کہا ــ دو ہزار روپے ــ کوئی بات نہیں بیٹی۔ میں منیم جی کے ہاتھ ابھی بھجواتا ہوں۔"

اور یہ کہہ کر اُس نے رسیور رکھ دیا اور بیتی کاکا سے بولا ــ

"دیکھو منیم جی۔ دو ہزار روپئے ابھی لے کر جاؤ ــ رینو وائٹ ویز میں ان روپیوں کا انتظار کر رہی ہے۔ اُس نے کچھ چیزیں زیادہ خرید لی ہیں ــ روپئے وہ صرف ڈیڑھ ہزار لے کر گئی تھی ــ جلدی جاؤ ــ اُسے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے۔"

اور یہ کہہ کر اُس نے اپنی جیب سے دو ہزار روپئے نکال کر منیم جی کو دے دیے۔

"جلدی جاؤ ــ میری گاڑی لے لینا ــ نیچے کھڑی ہے ــ"

اور پھر وہ کسی اور جگہ فون کرنے لگا۔

○

"تم نے اڈمشن فی اب تک نہیں بھری مسٹر سریندر ــ" پرنسپل صاحب نے لیکچر روم میں آکر سریندر سے کہا ــ "کل کا دن آخری دن ہے۔ اگر کل تک تم

فیس نہ بھر سکے تو سالانہ امتحان سے محروم کر دئے جاؤ گے ۔۔۔"

اور یہ سُن کر سریندر بیچارے کے پاؤں کے نیچے سے زمین سرک گئی ۔ اور اُس کا سر چکرانے لگا ۔ اور رینو جو اس کے پیچھے ہی بیٹھی ہوئی تھی ایک ذرا سا مسکرا دی ۔ اُس نے اپنے پاس بیٹھی ہوئی اپنی سہیلی سے چپکے سے کہا ۔

"بڑا تیس مار خاں بنتا تھا ۔۔ اب پتہ چلا کہ یہ حضرت اب تک فیس بھی داخل نہیں کر سکے ۔۔۔"

"یہ تو بڑے افسوس کی بات ہے رینو ۔۔۔" اُسکی سہیلی بولی ۔۔ "کتنا ذہین ہے بیچارا ۔۔ مجھے تو سچ مچ اس پر ترس آ رہا ہے ۔۔۔"

اور اُن دونوں کی باتیں سریندر نے سُن لیں اور وہ اپنے ہونٹ چبانے لگا ۔۔ اُس نے سوچا ۔۔۔ کاش اُس کا باپ اتنا زیادہ غریب نہ ہوتا ۔۔۔

ابھی وہ کچھ اور سوچ ہی رہا تھا کہ پرنسپل کی آواز پھر سُنائی دی ۔

"میں محض تمہاری وجہ سے یہاں آیا ہوں مسٹر سریندر ۔۔۔"

اور وہ مری ہوئی آواز سے بولا ۔۔۔ "جی ۔۔۔"

"کیا جی ۔۔۔"

"میں کل ایڈمیشن فی ضرور بھر دوں گا پرنسپل صاحب ۔۔۔!"

"پلیز ۔۔۔" پرنسپل بولا ۔۔۔ "ورنہ مجھے افسوس ہوگا ۔۔۔"

اور یہ کہہ کر وہ لیکچر روم سے باہر چلا گیا اور اُس کے باہر جاتے ہی بڑی پریشانی کے عالم میں سریندر بھی لیکچر روم سے باہر آ گیا ۔۔۔ وہ اس وقت شدید قسم کی ذہنی اذیت کا شکار تھا ۔

وہ برآمدے میں بیحد غمگین اور اُداس کھڑا ہوا تھا کہ سامنے سے رینو اور اُس کی سہیلی لتا آتی ہوئی دکھائی دی ۔ وہ تیز تیز قدم بڑھاتا ہوا برآمدے

سے نکل کر کھُلی جگہ میں آ گیا۔ اور اب وہ لائبریری روم میں علیحدہ ایک کونے میں آرام کرسی پر بیٹھا تھا اور اپنے خیالوں میں کھویا ہوا تھا۔ اُس نے بمبئی کے سینٹ جون انڈرسن ہائی اسکول باندرہ سے ہائی اسکول کیا تھا اور وہ پورے صوبہ بمبئی میں ہائی اسکول کے اس امتحان میں اول نمبر رہتا اگر سینٹ میریز گرلس ہائی اسکول باندرہ کی ایک لڑکی رینو پرشوتم داس اُسکے ساتھ آکر ڈڈ ہیٹ نہ ہو جاتی۔ اُس کے نمبروں کا گرینڈ ٹوٹل بھی اُتنا ہی تھا جتنا کہ خود اُس کا تھا ایک نمبر کا فرق بھی ان دونوں کے ٹوٹل مارکس میں نہیں تھا۔ چھ سو میں سے پانچسو اکیس، پانچسو اکیس مارکس دونوں کو ملے تھے اور گزٹ میں ان دونوں کا نام برکٹ کے ساتھ آیا تھا۔ اور بمبئی صوبہ بھر کے اخبارات نے ان دونوں کی تصویریں ایک ساتھ چھاپی تھیں اور اُن دونوں کی بڑی تعریف کی تھی۔ اور ایک ساتھ ڈڈ ہیٹ ہو جانے کا ان دونوں کو بڑا ملال تھا رینو کو بھی اس کی کوفت تھی اور خود سریندر کو بھی اسکا بڑا ملال تھا۔ وہ اپنی اپنی جگہ دونوں سوچ رہے تھے کہ اگر یہ ایک ہی نمبر کم ہوتا تو پہلا امتیازی درجہ اُسے مل جاتا۔ اور پھر ان دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کو دیکھنے کی خواہش پیدا ہو گئی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے بارے میں سوچنے لگی اور پھر ان دونوں کی ملاقات پہلی بار سینٹ زیویرس کالج کے ہال میں ہوئی۔

سینٹ زیویرس جیسے عظیم کالج کی اتھارٹیز کی یہ دلی خواہش تھی کہ یہ دونوں طالب علم اُنکے کالج میں داخلہ لیں اور اُسکے لئے اُنہوں نے کوشش بھی کی تھی حالانکہ سینٹ زیویرس کالج میں داخلہ کیلئے لوگ خواب دیکھا کرتے ہیں اور یہ کالج فرسٹ ڈویژن سے کم مارکس حاصل کرنے والوں کو لیتا ہی نہیں ہے۔

سریندر کالج کے ہال میں کھڑا تھا کہ کالج کے پورچ میں ایک شاندار بیوک آکر کھڑی ہوئی اور اُس میں سے سب سے پہلے سیٹھ پرشوتم داس باہر نکلا اور پھر رینو باہر آئی۔ اور سریندر ناتھ نے رینو کو بڑے غور سے دیکھا اور پھر اُسکی نظریں سیٹھ پرشوتم داس کے چہرہ پر جم کر رہ گئیں۔

اس کا دل نروتم داس کی طرف آپ ہی آپ کھنچنے لگا۔۔ اور اُسنے آپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی اور پھر داخلہ ہو جانے کے بعد کالج کے پرنسپل صاحب نے ان دونوں کا تعارف کرایا۔۔ ان دونوں کے اعزاز میں کالج کے ہال میں ایک مختصر سا فنکشن رکھا گیا تھا۔

"آپ ہیں مسٹر سریندر ناتھ بینی ۔۔ اور آپ ہیں مس رینو نروتم داس۔۔"

اور ان دونوں نے ایک، دوسرے کو وش کیا اور دونوں نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملایا۔۔ نروتم داس نے سریندر ناتھ بینی کی پیٹھ تھپکی ۔۔ وہ بولا۔۔

"تم جیسے بیٹوں پہ دیش کو فخر ہونا چاہئے بیٹے۔۔"

"تھینک یو سر۔۔" سریندر ناتھ نے ادب سے جُھک کر کہا۔۔ "اس ذرہ نوازی کا بہت بہت شکریہ ۔۔ سیٹھ صاحب۔۔!"

اور پھر رینو اور سریندر کی لاگ ڈانٹ کالج میں شروع ہو گئی ۔ دونوں ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوششوں میں سرگرداں تھے۔ اور یہ ایک بڑا دلچسپ مقابلہ تھا جو ان دونوں کے درمیان ہو رہا تھا۔۔ دونوں کی یہ دِلی خواہش تھی کہ وہ اپنے آئندہ امتحانات میں ایک دوسرے سے آگے نکل جائیں اور اندر ہی اندر اُن کی یہ رقابت پروان چڑھ رہی تھی ۔۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے اندر ہی اندر جلنے اور نفرت کرتے تھے۔ اور رینو کو اپنی امارت کا بڑا گھمنڈ تھا۔ اور وہ اپنے باپ کی دولت کا سہارا لے کر اکثر سریندر کی دلآزاری کر دیا کرتی تھی اور اس سلسلہ میں وہ کبھی کبھی چھچھورے پن سے بھی باز نہ آتی تھی۔

ان دونوں کی نوک جھونک اب بہت آگے بڑھ چکی تھی۔

"ٹور پر کون کون چل رہا ہے بھئی۔" لتا رینو کی سہیلی نے رینو سے پوچھا اور رینو نے سریندر کی طرف کنکھیوں سے دیکھ کر طنزاً کہا۔

"وہی اس ٹور پر جا سکیگا۔ بھئی جو بیسوں کیلئے ہر وقت کھٹکتا نہ رہتا ہو۔"

"اچھا ——!" لتا بولی۔

"جی ——"! رینو نے سریندر کی طرف کنکھیوں سے دیکھا۔ "اور اس ٹور پر تو پیسے خرچ ہوں گے جناب ——" وہ مسکرائی —— "اور وہ بھی کم نہ زیادہ پورے دوڈھائی سو کا خرچ سمجھ لو ——" وہ ہنس دی —— "اور یہاں تو دوڈھائی بہتوں کو ایک مہینہ کی پوری محنت کے بعد بھی نہیں ملتے —— پھر اُسکے خرچ کرنے کا سوال ہی بیکار ہے۔"

"تم چل رہے ہو سریندر اس ٹور پر ——؟" سُریندر کے ایک دوست رفیق نے سریندر سے پوچھا۔

"نہیں بھئی ——" وہ بولا —— "اس ٹور پر تو وہی جا سکتا ہے جس کے پاس بلیک اور چور بازاری کا فالتو روپیہ پڑا ہوا ہو ——"

اُس نے جان بوجھ کر رینو پر چوٹ کی —— "میرے باپ کے پاس محنت کے گاڑھے پسینے کی کمائی ہے حرام کا روپیہ نہیں ہے اُن کے پاس ——"

"وہ جو کہ زندگی میں محروم ہوتے ہیں جلے دل کے پھپھولے اسی طرح پھوڑا کرتے ہیں ——" اُس نے لتا کو مخاطب کیا۔ "پیسے والوں کی دولت میں وہی کیڑے نکالتے ہیں جو خود قسمت کے ہاتھوں دولت سے محروم ہوتے ہیں اور جن میں دولت کمانے کا سلیقہ نہیں ہوتا وہی دولت مندوں پر غلط قسم کی تنقیدیں کیا کرتے ہیں، ان جیسوں کا بس چلے تو یہ اپنے جیسا ہر ایک کو بنا دیں ——"

"دولت کا نشہ سب سے بُرا نشہ ہوتا ہے ——" سریندر بولا —— "اور اس نشہ کا زوال اب دُنیا بھر میں شروع ہو چکا ہے ——"

"یہ اپنے جیسا بھکاری سب کو بنا دینے کے خواب دیکھ رہے ہیں ——"! رینو نے نفرت سے زمین پر تھوک دیا —— "مگر یہ نہیں معلوم کہ ان نالی کے کیڑوں کا دم مخمل و کمخواب پر گھُٹ جایا کرتا ہے ——"

" یہ بات کیا ہوئی ـــ " سریندر مسکرایا ـــ " جھلاہٹ اور غصہ میں یہ بھی یاد نہیں رہا کہ سوال کچھ اور تھا اور جواب کچھ اور دیا جا رہا ہے ـــ " وہ زور سے ہنسا۔

" کھسیانی بلیاں اسی طرح تو کھمبا نوچنے لگتی ہیں ـــ "

اور اس پہ رینو کو بہت زیادہ غصہ آگیا اور مجبوراً اُسے سریندر سے براہِ راست مخاطب ہونا پڑا۔

" اے مسٹر ـــ ! ذرا زبان کو لگام دینا سیکھئے ـــ "

اور سریندر نے مسکرا کر اُس کی طرف دیکھا۔

" نکیل تو آپ کی ناک میں بھی نہیں لگی ہوئی ـــ "

" بہت بدتمیز ہیں آپ ـــ " وہ اور زیادہ جھنجھلا گئی ـــ سریندر مسکرایا۔

" تمیز کے ہجے بھی جانتی ہیں آپ ـــ ؟ "

" شٹ اپ ـــ ! " رینو کی بھنویں تن گئیں اور سریندر نے حقارت سے اُس کی طرف دیکھا ـــ وہ نفرت سے بولا ـــ

" زباں بگڑی تو بگڑی تھی، خبر لیجئے دہن بگڑا ـــ "

اور یہ کہہ کر وہ اُٹھا اور دوسری طرف چلا گیا ـــ اور رینو روہانسی ہو گئی وہ بڑبڑائی۔

" گھمنڈی ـــ جی چاہتا ہے کہ اُس کی صورت پر تھوک دوں ـــ "

" صورت تو بڑی پیاری ہے اُس کی ـــ " لتا مسکرائی ـــ " بھگوان قسم قربان ہو جانے کو جی چاہتا ہے ـــ "

" تیرا جی چاہتا ہوگا ـــ " رینو نفرت سے بولی۔

" ہرجائی تو ٹھہری تو ـــ اتنی بھلی جتائی تو نے ـــ "

اور یہ کہہ کر وہ بھی وہاں سے اُٹھی اور بھنّاتی ہوئی دوسری طرف چلی گئی۔

سریندر نے اپنے سر کو ہلکی سی جنبش دی اور خیالات کو ذہن سے پرے دھکا دینے کی

کوشش کی اور اب پھر وہ سالانہ امتحان کی فیس کی فکروں میں ڈوب گیا ۔۔ وہ بہت زیادہ اُلجھ کر بولا ۔ "اتنے روپے میں آخر لاؤں گا کہاں سے ۔۔۔!"

○

"میں آخر اتنے بہت سے روپیوں کا کروں گا بھی کیا ۔۔ ؟" نریندر نے سوسو کی گڈیوں کو بڑے غور سے دیکھا ۔۔ "چالیس ہزار روپے تو میں اپنے باپو کو بھیج چکا ہوں ۔۔ اور اب تک وہ ہر چرن داس کی زمینداری خرید بھی چکے ہوں گے ۔۔" وہ دل ہی دل میں مسکرا اٹھا ۔۔ "بڑا آیا تھا ہر چرن داس قصبہ کا زمیندار بن کر ۔۔ ہر چرن داس پہلے ہی قرضدار تھا، اب تک تو اس کی زمینداری نیلام بھی ہو چکی ہو گی اور باپو نے بڑھ چڑھ کر بولی دے دی ہو گی ۔"

اور واقعی ادھر ہر چرن داس کی زمینداری نیلام پر چڑھ چکی تھی ۔۔ وہ قصبہ کے مہاجن چرنجی لال کا مقروض تھا اور چرنجی لال نے اس پر دعویٰ کر کے زمینداری کے نیلام کا حکمنامہ حاصل کر لیا تھا ۔

اور آج اس کی زمینداری کا نیلام تھا ۔۔۔ بولی بولنے والوں میں سرجو سب سے آگے تھا اور پورا قصبہ اُسے حیرت سے آنکھیں پھاڑے دیکھ رہا تھا ۔۔۔

"دس ہزار ۔۔۔" نیلام کرنے والے کی آواز سنائی دی ۔

اور سرجو نے جلدی سے بولی اور آگے بڑھا دی ۔

"پندرہ ہزار ۔۔۔"

"پندرہ ہزار ۔۔ پندرہ ہزار ۔۔ پندرہ ہزار ایک ۔۔ پندرہ ہزار دو ۔۔ پندرہ ہزار ۔۔۔!"

اور زمیندار کے سامنے محض اپنے خاندان کی عزت کی خاطر بولی اور آگے بڑھا دی
"بیس ہزار ــــ" اور یہ اُس کی آخری حد تھی کہ سرجو یکبارگی تڑپ کر بولا۔
"تیس ہزار ــــ" وہ یکبارگی دس ہزار آگے بڑھ گیا اور مجمع کی آنکھیں پھٹ کر رہ گئیں۔ اور زمیندار کے خاندان کا دل بیٹھ گیا۔ چہروں پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔
اور اُدھر نیلام کرنے والے نے اپنے الفاظ دوہرائے ــــ
"تیس ہزار ــــ تیس ہزار ایک ــــ تیس ہزار دو ــــ اور تیس ہزار...."
کہ زمیندار ہرچرن داس کریم میاں کے پاؤں پڑ گیا ــــ
"آپ ہی بولی بول کر میری زمینداری اور میرے خاندان کی عزت رکھ لیجئے کریم میاں! نہیں تو یہ سُسرا حجام سرجو کی دُم میری عزت دو کوڑی کی کر دے گا ــــ"
اور کریم میاں کچھ سوچنے لگے ــــ
"مگر یہ تو بہت زیادہ ہے ــــ تمہاری جائیداد تو پچیس ہزار سے بھی زیادہ کی نہیں ہے اور بولی تیس ہزار تک پہنچ چکی ہے ــــ میں کہاں اس میں اُلجھوں گا ــــ"
"اینور کیلئے کریم میاں ــــ آپ کو آپ کے خدا اور رسول کا واسطہ ــــ"
ہرچرن داس گڑگڑانے لگا ــــ اُس کی پیشانی پسینے میں ڈوب رہی تھی اور وہ ہانپ رہا تھا ــــ "بولی آگے بڑھا دیجئے ــــ آپ کا گھاٹا میں پورا کر دوں گا ــــ جائیداد اپنے نام کرا لیجئے ــــ زندگی بھر آپ کا احسان میرے سر پر رہے گا ــــ"
وہ اِدھر گڑگڑا رہا تھا اور اُدھر نیلام کرنے والا فیصلہ سنانے جا ہی رہا تھا کہ کریم میاں ہمت سے کام لے کر بولے ــــ
"پینتیس ہزار ــــ!"
اور سرجو یکبارگی پاگلوں کی طرح چیخا ــــ
"چالیس ہزار ــــ!"

اور پورے مجمع پر اداس پڑ گئی ۔۔۔ ہر چرن داس اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا ۔ اور نیلام کرنے والا سرکاری آدمی چیخا ۔۔۔

"چالیس ہزار ۔۔۔ چالیس ہزار ۔۔۔ چالیس ہزار ایک ۔۔۔ چالیس ہزار دو ۔۔۔ اور چالیس ہزار ۔۔۔۔"

اور "تین" کا لفظ سُننے سے پہلے ہی ہر چرن داس بے ہوش ہو کر اسی جگہ گر پڑا۔ اور نیلام کرنے والے نے کچھ دیر رُک کر کہا۔

"چالیس ہزار تین ۔۔۔!"

اور "تین" کا لفظ سُن کر حجام سرجو بڑے زور سے دھاڑا ۔۔۔

"دہ مارا ۔۔۔!"

مارے خوشی کے اس کی باچھیں کھلی جا رہی تھیں اس پر شادیٔ مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی اور وہ پاگلوں کی طرح چیخا ۔۔۔

"اب میں ہر چرن داس سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لوں گا ۔۔۔!" وہ مارے خوشی کے ناچنے لگا ۔۔۔ "میرا بدلہ آج پورا ہوا ہے ۔۔۔"

اور پھر ہر چرن داس کی پوری زمینداری حجام سرجو کے نام ہو گئی ۔ اور زمیندار ہر چرن داس کی عزت کا جنازہ نکل گیا اور وہ اور اُس کا پورا خاندان اپنی آبرو کی اس ارتھی پر ماتم کرنے لگا۔

(۷)

حجام سرجو شیر بنا ہوا سرکاری کاغذات ہاتھ میں لئے ہر چرن داس کے مکان پر پہنچا۔ سرکاری پیادے اُس کے ساتھ تھے ۔ وہ زمیندار کے مکان پر جا کر زور سے دھاڑا۔

"ان سب کو جوتے مار کر اس مکان سے باہر نکال دو ـــ" اُس نے سرکاری پیادوں کو مخاطب کیا۔

"میں اس حویلی پر ہل چلواؤں گا ـــ مجھے اس زمین پر گگر متے کی فصل اُگانی ہے۔"

"صرف دو دن کی مہلت ـــ!"

اور وہ گلا پھاڑ کر چلّایا ـــ "میں دو دن چھوڑ دو سیکنڈ کی بھی مہلت نہیں دونگا"

"یہ کبھی تمہارے زمیندار تھے ـــ" سرکاری پیادوں نے سفارش کی۔

"انہیں دو دن کی مہلت دیدو سرجو ـــ!"

"میں انہیں دو دن کی بھی مہلت نہ دوں گا ـــ" سرجو بڑی رعونت سے بولا۔

"کبھی میں بھی ان کی رعیت تھا ـــ" وہ ہونٹ کاٹنے لگا۔ "میں بھی انسان تھا۔"

"سرجو ـــ!" کریم میاں بیچ میں بول پڑے ـــ "میری خاطر سے تم ہرچرن داس کی اس حویلی کو چھوڑ دو ـــ"

"یہ آپ کہہ رہے ہیں کریم میاں ـــ" سرجو بولا ـــ "آپ کے حکم پر تو میں اپنی گردن بھی کٹوا سکتا ہوں ـــ"

اور پھر محض کریم میاں کی سفارش پر سرجو نے ہرچرن داس کو دو دن کی مہلت دیدی اور ہرچرن داس کریم میاں کے قدموں پر گر پڑا۔

"آپ دیوتا ہیں کریم میاں!"

اور کریم میاں نے ہرچرن داس کو اُٹھاتے ہوئے سرجو کی اس عنایت کا تہِ دل سے شکریہ ادا کیا۔

ہرچرن داس کو دو دن کی مہلت مل چکی تھی۔

O

نریندر بمبئی کے اس اسمگلرس گروپ کا ایک ذمہ دار فرد بن گیا تھا جس کا کہ تعلق محض اپنے ہی دیش کے اسمگلروں سے نہیں بلکہ دور دور ملکوں کے اسمگلروں سے تھا۔ اور یہ گروپ ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں دُنیا کی ہر چیز پہنچاتا تھا۔ مڈل ایسٹ اور عرب ممالک میں یہ لوگ اپنے دیش سے افیون گانجا چرس، بھنگ اور کوکین بھیجتے تھے اور وہاں سے سونا اور ریشمی کپڑا منگواتے تھے اور اس کاروبار میں اُنہیں لاکھوں کا فائدہ تھا۔

اور یہاں اپنے دیش میں اس گروپ کے سرغنہ اور مالک سیٹھ تواری لال تھے ——— وہ مہاشے تواری لال جو کہ . . . ایک بہت بڑے نیتا تھے۔ اور گاندھی جی کے اصولوں کا ببانگِ دہل پرچار کرتے رہتے تھے، جو کہ جواہر لال کے بہت بڑے مداح اور اُس جیسے عظیم لیڈر کا پیرو اپنے آپ کو کہا کرتے تھے ——— وہ بمبئی شہر کے ایک معزز شہری سمجھے جاتے تھے۔ اور اُن کا شمار یہاں کے بہت بڑے دھرماتماؤں میں ہوتا تھا اور ہر بڑی سے بڑی جگہ پر اُنکی پہنچ تھی۔ اور اُن کا اثر و رسوخ تھا ——— جب بھی باہر کا کوئی معزز مہمان یہاں آتا تھا تو وہاں تواری جی کو سب سے پہلے دعوت نامہ جاتا تھا۔ اور وہ بطور خاص دودھ جیسی سفید کھدر پہن کر اور چپل پاؤں میں ڈال کر اُس میں شریک ہوتے تھے اور وہ ہر جگہ بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

اور یہی لوگ تھے جو ملک کی سب سے بڑی جماعت کو بدنام کر رہے تھے اور اس کے نام پر بٹہ لگا رہے تھے اور اُسے ہر طرح رُسوا کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔ یہی لوگ تھے جو دوست بنکر اسکی پیٹھ میں چھرا گھونپ رہے تھے۔ چھرا گھونپ رہے تھے اور مزے کر رہے تھے۔ مزے کر رہے تھے اور اپنے دیش کے وقار اور اُس کی عزت اور اُس کی آن کو خاک میں ملا رہے تھے۔

اور نریندر اسی رُسوائے زمانہ اور بدنام پارٹی کا ایک اہم ستون بنا ہوا لاکھوں کما رہا تھا۔ اس جماعت کے ساتھ کام کرتے ہوئے اُسے دو سال ہو چکے تھے اور اس دو سال کے عرصے میں اُس نے اپنے حجام باپ کو یک دم لکھ پتی بنا دیا تھا۔

وہ اب دیہات اور قصبہ کا ایک بھولا بھالا اور سیدھا سادا نوجوان نہیں رہ گیا تھا بلکہ ایک غایت درجہ کا نڈر، بے باک اور خطرناک غنڈہ بن چکا تھا۔

وہ بہت بڑا آدمی بن چکا تھا مگر ایک بات تھی کہ اُس کے اندر کی شرافت ابھی تک ایکدم سے نہیں مری تھی اور اُس کے ضمیر میں کانٹے ابھی تک چبھتے رہتے تھے۔ انسانیت کی شعاعیں ابھی تک اُس کے دل میں اپنا نور پھیلائے ہوئے تھیں۔ اور پاکیزگی کا احساس ابھی تک اُس کے دل میں زندہ تھا۔ وہ بالکل نہیں مرا تھا ابھی۔

ابھی صبح کے دس بجے تھے اور وہ اپنے اڈے پر چُپ چاپ بیٹھا ہوا تھا اور کچھ سوچ رہا تھا کہ اتنے میں جگو آ گیا اور اُس نے اُس کے کان میں کچھ کہا۔

"کیا ـــــ!" وہ جیسے کہ یکبارگی چونک پڑا۔

اور پھر کچھ سوچ کر وہ بولا۔

"کیلنے آئے ہوئے پنچھیوں کو سدھانے کا کام بھی اب مجھے کرنا پڑے گا ـــ"

"یہ باس کا حکم ہے ـــ" جگو بولا۔ "اور میں انہیں کے حکم پر اس نئی تتلی کو اُٹھا کر تم تک لایا ہوں ـــ!"

"کون ہے ــــــ؟"

"یہ ہے کوئی اسی قسم کی لڑکی جو کہ ہماری ہی طرح کے کسی گروپ سے تعلق رکھتی ہے مگر ہے ابھی کام میں کچی اور ناتجربہ کار۔ مگر اُس کا سدھانا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے۔ ہماری تربیت اس پر سونے کا سہاگا بن سکتی ہے ــــ" وہ مسکرایا۔ "اور باس کا خیال ہے کہ وہ ہمارے لیئے بہت مفید ہو سکتی ہے ــــ"

بات در اصل یہ تھی کہ جگو جو کہ اِدھر اُدھر گھومتا پھرتا رہتا تھا، دہلی سے بمبئی آرہا تھا۔ وہ سیکنڈ کلاس میں سفر کر رہا تھا کہ نئی دہلی کے اسٹیشن پر ایک جوان اور خوبصورت لڑکی جو کہ بہت ہی معمولی قسم کے کپڑوں میں ملبوس تھی اور غریب معلوم ہو رہی تھی، بیحد گھبرائے ہوئے انداز میں ڈری اور سہمی ہوئی آئی اور رینگتی ہوئی گاڑی کے سامنے والے کمپارٹمنٹ میں داخل ہو گئی۔

اور عین اُسی وقت اسی کمپارٹمنٹ سے چلتی ہوئی گاڑی سے ایک دوسری لڑکی جو کہ اسی قسم کا لباس پہنے ہوئے تھی بڑی تیزی سے اُتر کر پلیٹ فارم پر آگئی۔

بس یہ ہوا کہ یہ لڑکی اندر آئی اور وہ باہر نکلی۔ اور یہ لڑکی ابھی آکر ایک خالی برتھ پر بیٹھی ہی تھی کہ عین اُس وقت جبکہ ٹرین پلیٹ فارم چھوڑ رہی تھی دو آدمی اسی کمپارٹمنٹ میں داخل ہوئے اور وہ اس بھولی بھالی لڑکی کے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔ دونوں نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر ان میں سے ایک بولا۔

"محترمہ ذرا آپ تکلیف تو کیجئے ــــ"

اور یہ لڑکی یہ سمجھ کر کہ اُنہیں بیٹھنے کی جگہ چاہئے، برتھ کے بالکل دوسری طرف کونے میں کھسک گئی۔ اور یہ دونوں برتھ کے پیچھے اُس جگہ پر جہاں کہ یہ لڑکی بیٹھی ہوئی تھی کچھ تلاش کرنے لگے۔

لڑکی بڑی معصومیت سے ان لوگوں کی اس تلاش کو بغیر کسی خوف و ہراس کے

دیکھ رہی تھی کہ اُنھوں نے سیٹ کے نیچے حصّے سے کپڑے میں لپٹا ہوا ایک ڈبہ نکالا۔
اور ان دونوں کے چہرے فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ کھل اُٹھے ایک نے کہا۔

"میں نہ کہتا تھا کہ ہمارا مخبر غلط خبر ہمیں بالکل نہیں دے سکتا۔"

جگو یہ سارا منظر بڑے غور اور بڑی دلچسپی سے دوسری برتھ پر بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا۔ وہ لڑکی ماحول سے بے نیاز کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی کہ اُن میں سے ایک شخص بولا۔

"محترمہ! آپ کو اگلے ہی اسٹیشن پر ہمارے ساتھ اُترنا ہوگا۔"

اور یہ لڑکی حیران ہو کر بولی۔

"یہ کیوں ــــ؟" وہ بڑی حیرت سے ان دونوں کو تک رہی تھی۔

"مجھے تو بمبئی جانا ہے ــــ ٹکٹ میرے پاس موجود ہے ــــ"

"ٹکٹ ہو یا نہ ہو آپ کے پاس۔ ہمیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں ــــ" دوسرا بولا۔ "ہمیں جس چیز کی تلاش تھی، وہ ہمارے قبضہ میں ہے اور ہم آپ کو اگلے اسٹیشن پر اُترنے کیلئے مجبور کر سکتے ہیں ــــ"

"میں سمجھی نہیں ــــ" لڑکی یکبارگی سہم گئی ــــ "میرا قصور کیا ہے ــــ؟"

"اب اتنی زیادہ بھولی نہ بنیئے ــــ" ایک مُسکرایا اور اُس نے وہ ڈبہ اُس کے سامنے کر دیا ــــ "اس ڈبہ میں کم از کم دس ہزار کی کوکین ہے ــــ"

اور یہ سُن کر وہ لڑکی تقریباً رونے لگی ــــ

"مگر اس ڈبہ سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ــــ"

"ٹھیک ہے ــــ" وہ دونوں مُسکرائے ــــ "ہر مجرم جرم پکڑے جانے کے بعد اسی قسم کی باتیں کیا کرتا ہے ــــ"

"میں قسم کھاتی ہوں ــــ"

"وہ قسم بھی کھاتا ہے ــــ"

"مگر میں بالکل انجان اور بے قصور ہوں ۔۔۔"

"وہ بھی یہی سب کہتا ہے ۔۔۔"

"مگر ۔۔۔۔۔"

"فضول بکواس نہ کرو ۔۔۔"

اور وہ دونوں جگو کی برتھ پر وہ ڈبہ رکھ کر بڑے اطمینان سے بیٹھ گئے ۔۔ جگو نے ان دونوں کو بڑے غور سے دیکھا اور اُس کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ پیدا ہوئی وہ لڑکی زار و قطار رو رہی تھی ۔۔۔ اور یہ تینوں اُسے بڑے غور سے دیکھ رہے تھے کہ فرید آباد کا اسٹیشن آ گیا ۔۔۔ اور وہ دونوں اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"تشریف لے چلیے محترمہ ۔۔۔ !"

"مگر ۔۔۔" لڑکی گھگھیانے لگی ۔۔۔ "میں بالکل انجان ہوں اور بے قصور ہوں"

مگر گاڑی رُکتے ہی وہ دونوں زبردستی لڑکی کو اپنے ساتھ لے کر گاڑی سے اُتر گئے ۔۔۔ ساتھ ہی جگو بھی گاڑی سے اُتر کر پلیٹ فارم پر آ گیا۔

اور یہ چاروں پارٹیشن ہٹا کر اس کمرے میں جس پر "پولیس" لکھا ہوا تھا داخل ہو گئے۔ اور کچھ ہی دیر بعد پارٹیشن پھر کھلا اور جگو اس لڑکی کے ساتھ ٹرین چھوٹنے سے پہلے واپس آ گیا ۔ لڑکی کے چہرے پر گھبراہٹ اور پریشانی کے بعد اب سراسیمگی کے آثار تھے ۔ اور اُس کے چہرے کے اُتار چڑھاؤ سے ایسا لگ رہا تھا جیسا کہ وہ چھُری کے نیچے سے آ کر نکلی ہو ۔۔۔ اُس کی پیشانی پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں ہنوز تڑپ رہی تھیں۔

گاڑی کا سگنل ہو چکا تھا اور یہ دونوں اپنے کمپارٹمنٹ میں آ گئے۔ گاڑی اب پلیٹ فارم پر رینگ رہی تھی ۔۔۔ اور پھر وہ فرید آباد کو تیزی کے ساتھ پیچھے چھوڑنے لگے۔ لڑکی اپنی اسی برتھ پر بیٹھی گئی۔ اور اُس کی نگاہیں نیچی تھیں اور اُس کے چہرے کے اُتار چڑھاؤ سے ایسا لگ رہا تھا جیسے کہ وہ ایک شدید قسم کی ذہنی اذیت میں مبتلا ہو ۔۔۔

وہ بجید اُداس تھی کہ جگو کی آواز سُنائی دی۔

"آپ کا نام کیا ہے ۔۔۔؟"

اور جیسے کہ سوتے سے چونک پڑی ۔۔ اُس نے نظریں اُٹھا کر جگو کو دیکھا اور بڑی ملائمت اور مسکینیت سے بولی۔

"ریتا ۔۔۔"

"آپ بمبئی جا رہی ہیں نا ۔۔۔؟"

"جی ۔۔۔"

"اتنا لمبا سفر اور آپ تنہا۔ اور پھر نہ کوئی سامان اور نہ بستر اور نہ کوئی اور چیز"

"بے سرو سامان ہی تو ہوں ۔۔۔"

جگو نے اُسے بڑے غور سے دیکھا۔

"کیا آپ بمبئی میں رہتی ہیں ۔۔۔؟"

"میں بمبئی پہلی مرتبہ جا رہی ہوں ۔۔۔"

"ٹھہریں گی کہاں ۔۔۔؟"

"میری ایک سہیلی وہاں رہتی ہے ۔۔۔"

"کس جگہ ۔۔۔؟"

"دادر کوئی جگہ ہے وہاں ۔۔۔!"

"وہ آپ کو اسٹیشن پر لینے آئیں گی ۔۔۔؟"

"لکھا تو ہے میں نے ۔۔۔" وہ بولی ۔۔۔ "شاید آئیں اس لئے کہ میں نے بہت دنوں کے بعد پہلی مرتبہ انہیں یہ پہلا خط لکھا ہے ۔۔۔"

"کیا پتہ کہ وہ دادر پر نہ رہتی ہوں یا وہ سرے سے بمبئی ہی میں نہ ہوں ۔۔۔"

"ہو سکتا ہے ۔۔۔"

"پھر — ایسی صورت میں آپ کیا کریں گی؟"

اور وہ یکبارگی بیحد پریشان ہو کر بولی۔

"مجھے خود نہیں معلوم —" اور اُس کے دل سے ایک سرد آہ نکل گئی —

جگنو نے اُسے معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"آپ دہلی رہتی ہیں — ؟"

"سمجھ لیجئے کہ میں کہیں نہیں رہتی، میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے —"

اور پھر وہ گھبرا کر بولی۔

"میں اگلے اسٹیشن پر زنانہ کمپارٹمنٹ میں چلی جاؤں گی۔ نیو دہلی اسٹیشن پر گاڑی چھوٹ چکی تھی اور سامنے یہی ڈبہ تھا — اور کھلا ہوا تھا۔ لہٰذا میں اس میں آ گئی تھی..... اور....."

وہ بات کاٹ کر بولا۔

"اگلا اسٹیشن متھرا ہے، آپ زنانہ کمپارٹمنٹ میں ضرور چلی جائیے گا۔"

اور یہ کہہ کر اُس نے اپنے بستر سے ایک کمبل، ایک تکیہ، اور ایک چھوٹی سی توشک علیحدہ کی اور وہ ان چیزوں کو ایک جگہ لپیٹنے لگا۔

"اپنے ساتھ یہ مختصر سا بستر لیتی جائیے گا —"

اور وہ جز بز ہوتے ہوئے بڑے ممنونیت بھرے انداز میں بولی۔

"آپ کا بہت بہت شکریہ۔ مگر اس کی کوئی ضرورت نہیں —" اُس نے اُسے ایک نظر دیکھا — "میں رات گذار لوں گی —"

"مگر جب یہ سامان موجود ہے تو تکلیف اُٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"لیکن — ...."

"آپ تو بہت زیادہ تکلّف فرماتی ہیں —"

"میں آپ سے تکلف نہیں کرتی۔ میں تو آپ کی ممنون ہوں اگر آپ نہ ہوتے تو نہ معلوم میرا کیا حشر ہوتا۔ اس انجانے اور غیر مانوس عذاب سے تو آپ ہی نے مجھے نجات دلائی ہے۔ میں تو مُفت میں بے قصور مجرم گردانی جا رہی تھی —" اور پھر اُس نے یکبارگی پوچھا — "مگر اس ڈبہ میں تھا کیا؟"

"پچاس ہزار کی کوکین —!"

"پھر اُن لوگوں نے مجھے کیسے چھوڑ دیا —؟"

"آپ پر مجھے ترس آگیا تھا اور میں نے وہ ڈبہ بدل دیا تھا اور وہ دونوں سی آئی ڈی والے میرے ہاتھ کی صفائی سے چکر میں آگئے اور اگر یہ چکر نہ چلاتا تو اس وقت تک آپ حوالات میں ہوتیں —"

"میں آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہ بھولوں گی —" اُس نے بڑی معصومیت سے اُس کی طرف دیکھا۔

"مگر میں آپ سے صحیح عرض کرتی ہوں کہ اس ڈبہ کے بارہ میں مجھے کچھ نہیں معلوم —"

"ہو سکتا ہے —" وہ بے پرواہی سے بولا — اور وہ بے چین ہو کر بولی۔

"جی نہیں۔ بالکل یہی بات ہے — میرا خدا گواہ ہے —"

"تو یہ آپ کا بھولا پن ہے —" وہ مسکرایا — "کہ اس زمانہ میں آپ اس طرح پر اپنی گواہی کیلئے خدا اور بھگوان کا نام پیش کرتی ہیں —" اور پھر اُس نے پوچھا۔

"میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ ...."

اور وہ بات کاٹ کر بولی —

"میرے بارے میں آپ یہ سمجھ لیجئے۔ کہ میں دُنیا کی بدنصیب ترین ہستی ہوں۔ ماں باپ، بھائی بہن سب کے سب اسی دہلی میں مار ڈالے گئے اُنہوں نے اُنہیں غیر سمجھ کر

مار دیا تھا۔ اور میں نہ جانے کس طرح بچ گئی۔ یتیم خانے میں پڑی رہی اور پھر جب وہاں کے منتظم مہاشے کی بُری نیت مجھ پر پڑی تو میں اپنی عزت بچا کر وہاں سے بھاگ نکلی۔ ایک جگہ نوکری کرتی رہی، پھر وہاں سے بھی اس لئے نکلی کہ وہاں بھی عزت کو خطرہ لاحق ہو رہا تھا۔ کچھ روپے بچے پڑے تھے تو انہیں کے سہارے بمبئی جا رہی ہوں ــــ"

اور پھر جیسے کہ وہ تھک ہار کر خاموش ہو گئی۔ اور اُس کی آنکھیں آنسوؤں میں ڈوب گئیں۔ اور جگو ہمدردانہ بولا۔

"فکر نہ کیجئے آپ۔ اب آپ کو زحمتوں سے دوچار نہ ہونا پڑے گا ــــ" وہ کچھ سوچ کر بولا۔ "یہ ڈبہ کا چکر بھی آپ کے دُشمنوں کا ہی چلایا ہوا تھا شاید۔ مگر شکر ہے کہ آپ اس چکر سے بال بال بچ گئیں ــــ"

اور پھر متھرا اسٹیشن آ گیا اور وہ اس ڈبہ سے اُتر کر زنانہ کمپارٹمنٹ میں چلی گئی۔ جگو کا دیا ہوا بستر وہ جگو کے اصرار کرنے پر اپنے ساتھ لے گئی تھی۔

○

بمبئی سنٹرل پر رینا کی سہیلی اُسے ریسیو کرنے نہیں آئی تھی اور اُسے پلیٹ فارم پر نہ پا کر ریتا کی اُمیدوں پر اوس پڑ گئی اور اُس کا دل بیٹھ گیا ــــ اور جب سارا پلیٹ فارم خالی ہو گیا تو جگو نے ریتا سے کہا۔

"اب کیا خیال ہے آپ کا ــــ؟"

"جی چاہتا ہے کہ زہر کھا کر مر جاؤں ــــ"

"زہر کھا کر مریں آپ کے دُشمن ــــ" جگو نے اُس کی ڈھارس بندھائی ــــ "چلئے چل کر آپ کی سہیلی کو دادر دیکھ لیتے ہیں ــــ"

"آپ بڑی زحمت اُٹھا رہے ہیں میرے لئے ——"

"تکلف چھوڑیئے ——"

اور وہ ریتا کو اپنے ساتھ لے کر دادر کیلئے روانہ ہوگیا۔ اور بمبئی سینٹرل سے اُن کی ٹیکسی دادر کی طرف چل پڑی اور دادر جاکر معلوم ہوا کہ ریتا کی سہیلی نے اپنی شادی کر لی ہے اور وہ اپنے شوہر کے ساتھ پونا چلی گئی ہے اور پونا میں وہ کس جگہ رہتی ہے یہ کسی کو معلوم نہیں تھا۔

"اب میڈم ——" جگو بولا —— "اب فرمایئے ——"

اور وہ اپنے ہونٹ چبانے لگی۔

"اب آپ مجھے سمندر کا راستہ بتا دیجئے ——" وہ انتہائی بے چارگی کے عالم میں بولی —— "میرے لئے اب یہی ایک راستہ اور سہارا باقی رہ گیا ہے۔"

"آپ میرے ساتھ آیئے ——" جگو نے ہمدردی ظاہر کی۔ اور پھر اُس نے ریتا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

"آپ کو مجھ پر بھروسہ ہے —— ؟"

"بھروسہ تو مجھے اپنے آپ پر بھی نہیں ہے اور سب پر ہے۔ اور اب تو مجھے ایشور پر بھی بھروسہ نہیں رہ گیا۔" اور پھر وہ فیصلہ کُن انداز میں بولی —— "میں آپ کے ساتھ چلنے کیلئے تیار ہوں ——"

اور اُن کی ٹیکسی میرین ڈرائیو کی طرف روانہ ہوگئی۔

○

سابیتا ایک بیحد شاندار قسم کے سجے ہوئے ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہوئی تھی۔

اور اپنی قسمت کی ستم ظریفیوں پر ماتم کر رہی تھی کہ یکبارگی اس کے کان میں آواز آئی جگو کسی سے ہولے ہولے کہہ رہا تھا۔

"باس! یہ لڑکی بڑے کام کی ہے۔ ہم اس سے بڑے سے بڑا کام لے سکتے ہیں ـــ!"

"بھروسہ کے قابل ہے ـــ؟"

"سو فیصدی باس ـــ"

"اچھا ـــ" آواز آئی ـــ "لگا لو کام پر ـــ مگر اس دفعہ وہ عرب سوداگر بہت شکایت کر رہا تھا، کہتا تھا ـــ کہ اس دفعہ کا مال بالکل کنڈم تھا ـــ"

"زہر لیجئے باس ـــ اس دفعہ میں زہر لایا ہوں زہر ـــ"

"اچھا ـــ" آواز آئی ـــ "تو یہ زہر کب بھجوا رہے ہو ـــ؟"

"ایک ہفتہ کے اندر ـــ" جگو کی آواز سنائی دی ـــ "مگر اس زہر کے دام اُسے کہہ دیجئے گا چوگنے ہوں گے ـــ"

"وہ سب تم مجھ پر چھوڑ دو ـــ"

اور پھر جگو جب ڈرائنگ روم میں واپس آیا تو رینا اُسے دیکھ کر یکبارگی اپنی جگہ سے بڑے گھبرائے ہوئے انداز میں اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ بڑے متحیر کن انداز میں بولی۔

"آپ زہر کا بیوپار کرتے ہیں ـــ؟"

"امرت کا بیوپار کرنے والے بھوکوں مرتے ہیں ـــ" اور پھر وہ قہقہے سے بول پڑا ـــ "اچھا آپ میرے ساتھ آئیے ـــ"

"کہاں ـــ؟"

"آپ کا انتظام ہو چکا ہے ـــ" وہ مسکرایا ـــ "اب سے آپ اپنے آپکو مجبور یا محروم کبھی نہ سمجھئے گا ـــ"

اور پھر وہ اُسے اپنے ساتھ لے کر اپنے خفیہ اڈے پر پہنچ گیا۔ اور رینا اس عجیب و غریب ماحول کو دیکھ کر بھونچکا ہو کر رہ گئی۔ اُس کا دل مارے رنج اور صدمے کے اندر ہی اندر بیٹھ گیا ۔۔۔ اور وہ ایک نو آموز پنچھی کی طرح اس ماحول میں پھڑ پھڑانے لگی۔ اور اب وہ اپنی قسمت پر آٹھ آٹھ آنسو بہا رہی تھی ۔۔۔ اُس نے جگو سے بڑی عاجزی سے کہا ۔۔۔ "کیا اب اس قید سے مجھے رہائی کبھی نہ مل سکے گی ۔۔۔؟"

"تم اس جنت کو قید کہہ رہی ہو ۔۔۔" وہ مسکرایا ۔۔۔ "گھبراؤ مت، سب ٹھیک ہو جائے گا ۔۔۔ اس ماحول سے تم بہت جلد مانوس ہو جاؤ گی ۔۔۔"

اور یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

○

"اچھا بھئی ۔۔۔" نرندر بولا ۔۔۔ "تمہارے اس نئے پنچھی کو جا کر دیکھتا ہوں ۔۔۔" اور پھر نرندر اپنے گینگ کے اس خفیہ اڈے پر آیا۔

"سنا ہے کوئی نیا پنچھی لایا گیا ہے ۔۔۔؟" اُس نے اس گینگ کی پرانی سرگرم لڑکی سوار نتھا سے پوچھا۔

"جی جناب ۔۔۔" وہ مسکرائی ۔۔۔ "پنچھی بے حد خوبصورت اور معصوم ہے ذرا دل تھام کر جائیے گا ۔۔۔"

"اچھا ۔۔۔!"

"جی ۔۔۔!" سوار نتھا مسکرا رہی تھی ۔۔۔ "دو دن ہو گئے اُس نے ٹھیک سے کچھ کھایا پیا بھی نہیں ۔۔۔ اپنی شرافت کا علم وہ بڑے جوش و خروش کے ساتھ اٹھائے ہوئے ہے اور اُسے ہاتھ سے رکھنے کے لئے بظاہر تیار نہیں معلوم ہوتی۔

اُسے اس ماحول سے قے ہوتی ہے ۔۔۔"

"اچھا ۔۔۔"

اور پھر نریندر رنیتا کے کمرے کی طرف گیا اُس نے باہر سے دستک دی۔

"کیا میں اندر آسکتا ہوں ۔۔۔؟"

"پوچھنے کی کیا ضرورت ہے ۔۔۔؟" آواز میں درد اور بیزاری دونوں تھی۔

اور وہ اندر گیا ۔۔۔ رنیتا میز کے قریب کرسی پر تنتی ہوئی بیٹھی تھی اور دروازہ کو بغور دیکھ رہی تھی۔ اور نریندر رنیتا کو دیکھتے ہی جیسے کہ مبہوت ہو گیا۔ اُس کے قدم خود بخود رُک گئے۔ اور رنیتا اُسے دیکھ کر اپنی جگہ سے اُٹھی۔

"آپ بھی کان کھول کر سن لیجئے کہ آپ لوگوں کے ان بدمعاشی کے کاموں میں آپ لوگوں کی کوئی مدد نہ کرسکوں گی۔ خواہ اس کے لئے مجھے اپنی زندگی ہی سے ہاتھ کیوں نہ دھونا پڑے ۔۔۔"

"آپ بہت جلد باز معلوم ہوتی ہیں ۔۔۔" نریندر بڑی ملائمیت اور بڑی اپنائیت سے بولا ۔۔۔ "جلد بازی سے کام بنتا نہیں بلکہ اور بگڑ جاتا ہے ۔۔۔" اور وہ اُس کے نزدیک آکر بولا ۔۔۔ "تشریف رکھئے اور غصہ تھوک دیجئے اور مجھے غلط نہ سمجھئے ۔۔۔"

"اس جگہ اور اس ماحول میں رہ کر بھی آپ کا یہ اصرار ہے کہ میں آپ کو غلط نہ سمجھوں ۔۔۔" وہ طنزاً مسکرائی ۔۔۔ "کیا شریف اور صحیح آدمیوں کی جگہ یہی ہے ۔۔۔؟"

اور اس کے اس طنز پر نریندر نے اُسے بڑے غور سے دیکھا۔

"میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں ۔۔۔؟"

"اس بدنام اور گندے ماحول میں نام کی بھی کوئی قیمت ہو سکتی ہے کیا؟" وہ ناک سکوڑ کر بولی ۔۔۔ "میرا نام رنیتا ہے ۔۔۔"

"اور میرا نام نریندر ہے ——"

"فرمایئے نریندر صاحب —" وہ بولی — "کیا حکم ہے میرے لئے"۔

"حکم تو کوئی نہیں ۔ البتہ ایک عرض ضرور ہے —"

"ایک ہی بات ہے — حکم ہو یا عرض۔ بہرحال فرمایئے —"

"آپ صرف اتنا کیجیئے کہ مجھ پر بھروسہ کر لیجئے —"

"اور پھر آپ پر بھروسہ کر کے آپ کے اشاروں پر ناچنے لگوں ۔کیوں ؟ یہی نا"۔

"آپ بہت جلد باز ہیں یا پھر آپ بہت زیادہ چڑی ہوئی ہیں —" وہ بڑی نرمی سے بولا — "آپ ذرا سا صبر کیجیئے۔ پھر کوئی مفید بات اور نیک راستہ تلاش کیا جا سکے گا — اس طرح تو آپ اس قید سے رہائی پا نہیں سکتیں اور الجھن اور بڑھنی لازمی ہو جائے گی —"

اور نریندر کی اس بات پر رنیا کچھ سوچنے لگی ۔ نریندر کی باتوں میں اُسے صداقت نظر آ رہی تھی ۔اور اُس کی شخصیت میں اُسے وقار کی جھلک دکھائی دے رہی تھی ۔ لہٰذا اُس نے کچھ سوچ کر کہا ۔

"آپ جو کہیں گے میں مان لوں گی فرمایئے —"

"آپ اس انداز میں یہاں رہنا شروع کر دیجیئے کہ کسی کو ذرہ بھر بھی آپ کی نسبت پر شبہ نہ ہونے پائے اور بس —"

"اور بس — !"

"ہاں" نریندر نے تسلی آمیز انداز میں کہا — "اس کے آگے کیا ہونا چاہیئے اور کیا ہو گا ۔ وہ آپ مجھ پر چھوڑ دیجیئے —" غیرارادی طور پر اُس نے رنیا کے شانوں پر ہاتھ رکھ دیا —

"اور دیکھیے ـــ ! آپ مجھ پر بھروسہ کر سکتی ہیں ـ یہ یقین میں آپ کو دلاتا ہوں ـــ"

اور یہ کہتے ہوئے اُس نے رینا کے شانے کو ایک ذرا سا ہلایا۔

"اور میں آپ کو دھوکہ کبھی نہ دوں گا۔ یہ میں دل سے کہہ رہا ہوں اور سچ کہہ رہا ہوں ـــ"

رینا کے بے چین و بے قرار دل کو قرار آگیا اُس نے زندگی میں پہلی مرتبہ جس مرد کو اپنی مسکراتی ہوئی آنکھوں سے دیکھا وہ یہی نرنیدر تھا۔ وہ بہت آہستہ سے بولی۔

"اچھا ـــ"

اور نرنیدر وہاں سے رخصت ہوتے ہوئے بولا۔

"تو پھر آپ نہا دھو کر کھانا وانا کھائیے ـــ"

"جی ـــ"

اور وہ آہستہ سے نرنیدر کو بغور دیکھتے ہوئے بولی ۔ اور نرنیدر اپنے دل میں ایک نئی کشش اور نیا احساس اور ایک نیا ارادہ لئے ہوئے وہاں سے واپس آگیا ۔ اُسے لگ رہا تھا جیسے کہ اُس کی ویران اور بے کیف زندگی میں بہار آگئی ہو ـــ

○

الیف الیس سی کے امتحان کا نتیجہ آچکا تھا اور نرنیدر الیف الیس سی کے اس امتحان میں ایک بار پھر پورے صوبہ بمبئی میں شان کے ساتھ اول نمبر پاس ہوا تھا ۔ اُس کی انٹرنس فی اُس کے باپ بینی نے بڑے ڈرامائی انداز میں جمع کر دی تھی ۔

اُس کی پتنی کی ایک پرانی یادگار اُس کے پاس مرنے والی کی امانت کے طور پر ابھی تک محفوظ تھی۔ اُس کے سہاگ کے کنگن اور اُس نے مرنے والی بیوی کی امانت کو مہاجن کے یہاں سوا سو روپے میں گروی رکھ دیا تھا اور اپنے بیٹے کی امتحان کی فیس اُس نے بھر دی تھی۔

اور اُس کے ہونہار بیٹے سریندر نے اُس کی اس قربانی کی لاج رکھ لی تھی۔ وہ پورے صوبہ میں ایک بار پھر اول آیا تھا اور اس بار اُس نے اتنی جان توڑ محنت کی تھی کہ وہ رینو کو وہ اپنے سے بہت پیچھے چھوڑ گیا تھا۔

رینو کو اس امتحان میں پچھتر فی صدی مارکس ملے تھے اور اُس نے اٹھاسی فیصدی مارکس حاصل کئے تھے۔ یعنی رینو سے تیرہ فی صدی مارکس وہ زیادہ لایا تھا۔

وہ پورے صوبہ میں اول آیا تھا اور رینو پورے صوبہ میں تھرڈ تھی۔ سیکنڈ پونا کالج کا ایک دوسرا طالب علم تھا حمید الدین، اُسنے بیاسی فیصدی مارکس لئے تھے اور اس طرح رینو صرف سات فی صدی مارکس سے تھرڈ ہو گئی تھی۔

پورا کالج سریندر کی اس کامیابی سے خوش تھا۔ اور اس خوشی میں کہ وہ پورے صوبہ میں اول آیا ہے سینٹ زیویرس کالج کی طرف سے سریندر کے اعزاز میں ایک شاندار جلسہ منعقد کیا گیا تھا اور اُس میں شرکت کیلئے کالج کے علاوہ وزیر تعلیم ممبئی اور شہر کے عمائدین کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ مشاعرہ کا پروگرام تھا اور کچھ ورائٹی پروگرام تھے اور لائٹ ریفرشمنٹ تھا۔

اور اس خصوصی جلسہ میں سیٹھ نروتم داس رینو کے ڈیڈی کو بھی بلایا گیا تھا کالج کی طرف سے سریندر کے علاوہ رینو کو بھی انعام دیا جانے والا تھا۔ وہ بھی شاندار نمبروں کے ساتھ پورے صوبہ میں تھرڈ آئی تھی۔

وزیر تعلیم سریندر کو اس جلسہ میں اپنی طرف سے خاص انعام دینے والے تھے۔

اور اس کا اعلان بھی پروگرام کے ساتھ ہی ساتھ پہلے سے کر دیا تھا۔۔۔ طلبہ کی صدارت وزیر تعلیم کر رہے تھے۔

اور یہ شاندار پروگرام ٹھیک وقت پر صاحب صدر کے آجانے کے بعد شروع ہوا۔ رینو حالانکہ خود غیر معمولی نمبروں سے اس امتحان میں کامیاب ہوئی تھی۔ مگر اُسے خوشی بالکل نہیں ہو رہی تھی بلکہ وہ بہت زیادہ غصہ میں تھی اور جھنجھلائی ہوئی تھی۔ سریندر کے مقابلہ میں وہ تھرڈ آئی تھی اور اُسے اس بات کا بیحد صدمہ تھا۔ اگر سریندر کے علاوہ کوئی بھی اور طالب علم اول آجاتا تو اُسے اپنی شکست کا احساس قطعاً نہ ہوتا اور وہ خوش ہوتی۔ مگر سریندر کی اس کامیابی سے وہ جلی جارہی تھی۔ اور انگاروں پر لوٹ رہی تھی۔

اُسے بھی کالج کی طرف سے انعام ملا۔ مگر اُسے بالکل خوشی نہیں ہوئی۔ سریندر کو جب وزیر تعلیم نے اپنے ہاتھوں سے اپنا خاص انعام دیا تو وہ مارے غصہ کے کانپ گئی۔ پورا ہال تالیوں کے شور سے گونج اُٹھا۔ مگر اُس نے تالی بالکل نہیں بجائی بلکہ وہ دل ہی دل میں سریندر کو کوسنے لگی اور گالیاں دینے لگی۔

اور جب اُسے انعام ملا تو تالیاں بجانے والوں میں سریندر سب سے آگے تھا۔۔۔ اور وہ بہت دیر تک لگاتار تالیاں بجاتا رہا اور رینو کو ایسا معلوم ہوا کہ سریندر اُس کا مذاق اُڑا رہا ہے اور اُس پر ہنس رہا ہے اور آوازے کس رہا ہے۔

بوڑھا ہینی بیحد خوش تھا' اتنا خوش تھا وہ اپنے بیٹے کی کامیابی پر کہ اُس کی آنکھیں لگاتار آنسوؤں سے ڈبڈباتی رہیں اور آواز اُس کے گلے میں رُندھی رہی اور وہ کوشش کے باوجود ایک لفظ بھی نہ بول سکا۔

اور پھر اُس کے بعد جب کہ وزیر تعلیم اور گورنر صاحب جا چکے تھے۔ کالج کا اپنا خاص پروگرام شروع ہوا۔ یہ ایک ڈبیٹ کی شکل میں تھا اور اُس کی صدارت شہر کے

مشہور گرد اننی — رینو کے باپ نروتم داس کے سپرد تھی اور یہی اس مقابلہ کے جج بھی تھے
اس ایونٹ کا آخری فیصلہ بھی انہیں کے ہاتھ میں تھا۔ حالانکہ اس سلسلہ میں دو جج اور
بھی تھے۔

اور اس ڈبیٹ میں سریندر بھی حصہ لے رہا تھا اور رینو بھی۔ رینو نے ڈبیٹ
میں بڑا شاندار حصہ لیا۔ اور سریندر بھی بولا۔

رینو کو اس بات کا یقین تھا کہ پہلا انعام وہ جیتے گی۔ مگر جب نتیجہ کا اعلان ہوا تو
وہ جل کر بالکل ہی کباب ہو گئی۔ مارے غصہ کے اس کا بُرا حال ہو گیا۔ وہ دوسرے
نمبر پر تھی اور یہ اس کا دشمن سُریندر پہلا اول تھا۔

وہ نتیجے کا اعلان سن کر اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکی اور غصہ میں جلی بھنی اپنی جگہ سے
اُٹھی اور ہال سے باہر نکل کر اپنی کوٹھی چلی گئی۔ اُس نے انعام لینے کی ضرورت بھی نہیں سمجھی۔

اور پھر انعامات کی تقسیم کا اعلان ہوا۔ اور سکریٹری نے سریندر کا نام پکارا۔
اور جب سریندر انعام لینے کے لئے ڈائس پر آیا تو سیٹھ نروتم داس نے اُسے پہلی بار بڑے
غور سے دیکھا۔ وہ اُسے بغور دیکھ رہا تھا۔ اور اُس کا دل اُس کے سینے میں بڑی زور
سے دھڑک رہا تھا۔ اُس نے سریندر کی پیٹھ تھپکی — بیحد تعریف کی اُس کی۔
اور پھر اُس نے اُس سے پوچھا۔

"تم کس خوش نصیب کے بیٹے ہو — ؟"

اور جواب میں سُریندر ادب سے بولا —

"میرے پتا جی آپ ہی کے یہاں نوکری کرتے ہیں — سیٹھ صاحب —"

"میرے یہاں — !" وہ حیرت زدہ رہ گیا — "کیا نام ہے اُن کا — ؟"

"جی اُن کا نام بینی کاکا ہے —"

"اوہ — !" سیٹھ نروتم داس اپنی جگہ پر سے تھوڑا سا ہلا — "تم

بیٹا کے بیٹے ہو — ؟"

"جی ہاں — "

"بڑا خوش نصیب ہے بیٹی — " وہ جیسے کہ خود سے بولے — "کاش

کہ کہیں میرے بیٹے ہوتے — "

اُس نے اپنے دل میں سوچا — اور بڑی بے اختیاری کے عالم میں اُس نے

اُٹھ کر سریندر کو اپنے گلے سے لگالیا — اور اُس کا دل اُس کے سینے میں بڑے

زور سے دھڑکنے لگا

اُس کا دل بھر آیا اور آنسو اُس کی پلکوں تک آ گئے۔ اُس کا گلا رُندھ گیا۔

اور وہ انتہائی ضبط کے عالم میں اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگا۔

اور سریندر نے اُس کی طرف بڑے غور سے دیکھا اور اُس کا جی بے

اختیار مچلا کہ وہ سیٹھ صاحب سے بے اختیار لپٹ جائے۔ مگر اُس نے اپنے آپ

کو سنبھالا۔ اور اپنا انعام لے کر بڑی تیزی کے ساتھ واس سے نیچے اُتر گیا۔

اور سیٹھ نروتم داس کی نگاہیں قدم قدم پر اُس کا تعاقب کرتی رہیں۔ وہ زیر لب

بڑبڑایا — میرے بھی دو بیٹے تھے اور اُن میں سے ایک کا نام سریندر رکھا۔

اور اُسے ایسا لگا کہ جیسے کہ اُس کا دل کوئی چٹکیوں سے مسلے ڈال رہا ہو۔

وہ بے اختیار کھدارت کی کرسی سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا —

○

سرالینو اپنے کمرے میں منہ لپیٹے پڑی تھی اور نروتم ڈرائنگ روم میں بہت

ہی اُداس اور غمگین بیٹھا ہوا تھا اور اپنے کھوئے ہوئے بیٹوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

کہ مالتی آ گئی۔ اور وہ آتے ہی اُسے جھنجھوڑنے لگی۔

"میں نے کہا سُنتے ہو ــــ بس اب اُٹھ بھی چُکو ـــ میری بیٹی نے کھانا تک نہیں کھایا۔ وہ کب سے مُنہ لپیٹے اپنے کمرے میں پڑی ہے۔ تم ہی چل کر اُسے مناؤ۔"

وہ اب رینو کو تھوڑے دن سے بیٹی کہنے لگی تھی ـــ ورنہ اس سے پہلے وہ ہمیشہ اُسے بیٹا ہی کہہ کر پکارتی تھی اور بیٹا ہی سمجھتی تھی۔ مگر اب نہ جانے کیا ہوا تھا کہ کچھ دنوں سے وہ اُسے بیٹا نہیں کہہ رہی تھی۔ اُس نے نروتم کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

"میں کہتی ہوں کہ اب اُٹھ بھی چکئے ـــ"

اور نروتم یکبارگی اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور وہ سیدھا رینو کے کمرے کے سامنے جا کر رُکا۔ اور اُس نے آواز دی۔

"بیٹی ـــ! بیٹی رینو دیکھو تو میں آیا ہوں ـــ"

اور وہ دروازہ تھپتھپانے لگا اور رینو نے دروازہ کھول دیا ـــ نروتم نے دیکھا کہ رو رو کر اُس نے اپنی آنکھیں سجا لی ہیں۔ اُس کا چہرہ اُتر گیا ہے اور وہ بہت زیادہ مضمحل اور پریشان دکھائی دے رہی ہے۔

وہ بے اختیار بول پڑا۔

"کیا ہو گیا ہے بیٹی تمہیں ـــ آخر بات کیا ہے ـــ؟"

"کچھ نہیں ـــ"

اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی ـــ نروتم اور زیادہ بے چین ہو گیا۔

"آخر ہوا کیا ـــ؟"

اُس نے رینو کے سر کو اپنے شانے سے لگا لیا۔

"تم انعام لیے بغیر کالج سے بھی واپس آ گئی تھیں ـــ آخر بات کیا ہوئی ـــ؟"

اور وہ یکبارگی اُبل پڑی ـــ

"یہ آپ ہیں جس نے مجھے رُلایا ہے ــــ باپ ہو کر آپ نے اپنی بیٹی کو تکلیف پہنچائی ہے ــــ"

"میں نے رُلایا ہے تجھے ــــ ؟ میں نے تجھے تکلیف پہنچائی ہے ــــ! یہ آخر تو کہہ کیا رہی ہے بیٹی ــــ ؟"

"آپ نے پہلا انعام اس ٹرینیڈر کے بچے کو دے کر میرے ساتھ بڑی ناانصافی کی ہے ــــ بہت بڑا انیائے اور بہت بڑا ظلم کیا ہے آپ نے میرے اوپر ــــ"

وہ شکایت کے دفتر کھول کر بیٹھ گئی۔

"کیوں آپ نے اُسے پہلا انعام دیا ــــ وہ اول رہا اور میں دوم۔ ارے واہ، کیا انصاف کیا ہے آپ نے ــــ وہ بالکل مجھ سے اچھا نہیں بولا۔ اُس کے دلائل بھی یکدم پوچ تھے ــــ یکدم بکواس ــــ"

اور یہ سُن کر نروتم کے چہرہ پر مسکراہٹ پیدا ہوئی ــــ اور وہ رینو کے سر کو پیار سے تھپتھپاتے ہوئے بولا۔

"اوہ ــــ ! تو یہ غصہ ہے میری بیٹی کو ــــ" وہ زور سے ہنسا۔

"اور اُلٹا آپ ہنس بھی رہے ہیں ــــ" رینو بسور کر بولی ــــ "میں آپ سے کبھی بات نہ کروں گی ــــ"

"کیسی پگلی ہے تو بیٹی ــــ" نروتم اُسے سمجھانے لگا۔ "یہ بھی غصہ کرنے کی کوئی بات ہے بیٹی ــــ وہ تیرا ساتھی ــــ"

اور وہ بات کاٹ کر بولی۔

"غصہ کرنے کی بات نہیں ہے؟ آپ نے اُسے پہلا انعام دیا ہی کیوں؟"

"مگر بیٹی ــــ ..."

میں آپ کی ایک بات بھی نہیں سنوں گی ـــــ!"

"سُن تو سہی ـــــ!"

"ہرگز نہیں ـــــ"

"عجیب لڑکی ہے ـــــ"

"آپ نے اُسے پہلا انعام کیوں دیا ـــــ؟"

"ارے بھئی ـــــ" نزہتم نے بڑی ملائمت سے کہا۔

"میں کوئی اکیلا جج تو تھا نہیں ـــــ دو اور بھی تو جج تھے اور انہوں نے اُسے پہلے انعام کا مستحق ٹھہرایا تھا ـــــ"

"مگر آپ کا فیصلہ تو قطعی تھا نا ـــــ! پھر آپ نے اپنا حق استعمال کر کے مجھے پہلا انعام کیوں نہیں دیا ـــــ؟"

"عجیب ضدی لڑکی ہو تم ـــــ" نزہتم داس مسکرایا ـــــ "بھئی سچ بات تو یہ ہے کہ وہ تھا بھی اول انعام کا مستحق ـــــ"

"اور اس پر ریتا اور جل کر بولی ـــــ

"تو پھر اُس کی جا کر خوشامد کیجئے نا ـــــ میرے پاس آپ کیوں آئے ہیں؟"

"بُری بات بیٹی۔ ایسا نہیں کیا کرتے۔ تجھے تو خوش ہونا چاہئے تھا کہ تیرے ڈیڈی نے حق اور انصاف کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا ـــــ وہی فیصلہ کیا جو ہونا چاہئے تھا ـــــ"

"تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس مقابلہ میں بھی میں ہار گئی ـــــ!"

"بیشک ـــــ مگر تیری تقریر بھی لاجواب تھی ـــــ اور میں تو یہ دیکھ کر مارے خوشی کے پاگل ہو گیا کہ تو اتنا اچھا بول لیتی ہے ـــــ"

"مگر میں آپ سے کبھی نہیں بولوں گی ـــــ"

اور وہ اپنے بستر پر اوندھے منہ گر پڑی اور زور سے چیخی ۔۔۔
"آپ سب لوگ مجھے تنہا چھوڑ دیجئے ۔۔۔"

" اور پھر اُس رات رات بھر سُریندر اُس کے خواب میں آتا رہا ۔۔۔ اور وہ ساری رات سُریندر کے ہی خواب دیکھتی رہی اور جب وہ سو کر اُٹھی تو سُریندر اُس کے دل اور دماغ پر چھایا ہوا تھا اور وہ اس وقت بھی اُسی کے بارے میں سوچ رہی تھی ۔

O

بی اے فائنل کا پورا کلاس میسور ٹور پر گیا ہوا تھا اور اس ٹور پر سریندر بھی تھا اور رینو بھی تھی اور کلاس کے اور بہت سے لڑکے لڑکیاں تھیں یہ سب تاریخی مقامات کی سیر کرنے بمبئی سے میسور آئے ہوئے تھے۔

رینو اور سریندر کی براہ راست کوئی بات چیت نہیں ہوئی تھی اور ان دونوں میں سے کسی نے اس کی پہل اپنی طرف سے نہیں کی تھی۔ وہ دونوں ہی ایک دوسرے سے کھنچے کھنچے رہتے تھے۔

رینو کروڑپتی باپ کی دولت پر نازاں تھی اور اتنی بڑی امارت نے اس کا دماغ خراب کر رکھا تھا۔ اور سریندر ایک غریب کلرک کا بیٹا ہونے کے باوجود خوددار اور غیور تھا۔ اور امارت کے آگے مرعوب ہونا اُس نے سیکھا ہی نہیں تھا۔

اور اس ٹور پر بھی اسی لئے وہ ایک دوسرے سے دور دور تھے اور کھنچے کھنچے رہتے تھے۔ ایک شام کالج کے کچھ لڑکے لڑکیاں اور اُستاد میسور کی خوبصورت پہاڑیوں پر ٹہل رہے تھے کہ اچانک ایک جھاڑی سے نکل کر ایک تیندوا رینو پر جھپٹا وہ سیر کرتی کرتی ذرا آگے نکل گئی تھی۔

تیندوا ایک جھاڑی کی آڑ میں گھات لگائے بیٹھا تھا کہ اچانک رینو اُسکے قریب سے گذری اور وہ اُس پر جھپٹ پڑا اور پوری ٹولی چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی۔

مگر سرنیدر تیر کی سی تیزی کے ساتھ اپنی زندگی کی پرواکئے بغیر رینو کو بچانے کے لئے تنیدوے پر جھپٹ پڑا۔ اور یہ سب کچھ ایک لمحہ میں ہوا۔ تنیدوا رینو پر ٹڑ بڑا کر جھپٹا ہی تھا۔ اور رینو کی چیخ ابھی فضاؤں میں تحلیل بھی نہ ہونے پائی تھی کہ سرنیدر بجلی کی طرح کوند کر تنیدوے پر جھپٹ پڑا اور اُس نے رینو کے آگے آکر اپنا پورا ہاتھ ظالم اور خونخوار تنیدوے کے پھاڑ جیسے کھلے ہوئے حلق میں ڈال دیا۔

اُس نے اپنا پورا ہاتھ تنیدوے کے حلق میں دور تک گھسیڑ دیا تھا اور تنیدوا اس بلائے ناگہانی کی تاب نہ لاکر بیتاب ہو گیا۔ اُسے اپنی جان چھڑانی مشکل ہو گئی۔ اور اب وہ گلو خلاصی کے طور پر پیچھے ہٹ رہا تھا۔ سرنیدر نے اپنی انگلیوں کی مدد سے اُس کا حلق چھیل ڈالا۔ اور وہ بے قرار ہو کر اور اپنی دُم دبا کر دہاڑتا ہوا بھاگا — اور دور پہاڑیوں کے ڈھلوان پر کہیں جا کر غائب ہو گیا۔

اور یہ سب کچھ چند سکنڈ کے عرصہ میں ہو گیا۔ جیسے کہ سینما کی ریل بڑی تیزی سے گذر گئی ہو۔ اور اب سرنیدر چاروں طرف سے اپنے ساتھیوں میں گھرا ہوا تھا اور ہر شخص اُس کی تعریف کر رہا تھا۔ اور اُس کی پیٹھ ٹھونک رہا تھا۔

"اگر سرنیدر کی جوان ہمتی اس وقت کام نہ دیتی تو رینو کی موت یقینی تھی —" کالج کے پروفیسر مسٹر ڈلس بولے۔

"کمال کی ہمت دکھائی ہے سرنیدر نے —" ایک آواز سنائی دی

"ول ڈن مسٹر سرنیدر — !" ایک لڑکی اپنے ہوش وحواس جمع کرتے ہوئے بولی —

"یو ہو ڈن اے گریٹ جاب —"

"ریئلی اسپلینڈڈ"

"حد کر دی —"

"یہ قربانی کی انتہا ہے ـــــ"

"زندہ باد مسٹر سریندر ـــــ"

اور سریندر کھڑا ہانپ رہا تھا۔ تیندوے کے ناخنوں سے اُس کے جسم پر کئی جگہ زخم آ گئے تھے اور اُن ہلکے ہلکے زخموں سے خون رِس رہا تھا اُس کے ہاتھ پر دو جگہ تیندوے کے دانتوں کے گہرے نشانات پڑے ہوئے تھے۔

"اتنی بڑی ہمت کی مثال نہیں مل سکتی ـــــ" دوسرے کیپر اور صاحب نے کہا۔

"کچھ نہیں ـــــ" سریندر ہانپتے ہوئے بولا۔ "یہ میرا فرض تھا ـــــ انسانیت اور بھائی چارے کا فرض ـــــ"

"میں آپ کا یہ احسان ساری زندگی یاد رکھوں گی مسٹر سریندر ـــــ" رینو اپنے ہوش و حواس جمع کر کے بولی۔ "آپ کی وجہ سے مجھے یہ زندگی دوبارہ ملی ہے۔"

"یہ میرا فرض تھا مس رینو ـــــ" وہ بولا۔ "میں نے تو محض فرض شناسی سے کام لیا ہے ـــــ"

اور پھر یہ پارٹی فوراً اپنے ہوٹل واپس آ گئی۔ اور سریندر کو مرہم پٹی اور دیکھ بھال کے لئے ہسپتال بھجوا دیا گیا۔ اور دوسری صبح اخبارات میں سریندر کی اس دلیری کی خبر اور اُس کی تصویر نمایاں طور پر اخبارات میں چھپی ہوئی تھی۔

رینو کے دل و دماغ اور اُس کے تصورات پر سریندر کی شرافت کی مہر لگ گئی ـــــ اور اب وہ سریندر کے خیالات سے اپنے دل و دماغ کو ایک سیکنڈ کیلئے بھی آزاد نہیں پا رہی تھی۔

اُس کے دل میں سریندر کی عظمت اور اُس کی محبت اپنا گھر کر چکی تھی ـــــ اور اب اُسے سریندر کے ساتھ اپنی کی ہوئی زیادتیوں کا پچھتاوا ہو رہا تھا۔

اور پھر دو دن اور وہاں رُک کر یہ قافلہ بمبئی واپس آ گیا۔ سریندر نے اپنے

اس ایثار اور اپنی اس قابل رشک قربانی سے رینو کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خرید لیا تھا۔

○

"یہ میری طرف سے تمہارا انعام ہے سرنیدر —"
سیٹھ نردتم داس نے مسٹر نیدر کی طرف دس ہزار کا ایک بیئرر چیک بڑھاتے ہوئے کہا۔ "تم نے میری بیٹی رینو کی جان بچا کر مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے —"
اور اس کے جواب میں سرنیدر بڑی شائستگی سے بولا۔
" اس کرم فرمائی کا بہت بہت شکریہ سیٹھ صاحب — مگر میں یہ چیک اس لئے نہیں لوں گا کہ میں نے کسی پر کوئی احسان نہیں کیا۔ بلکہ مس رینو کے علاوہ کوئی اور بھی میرا ساتھی ہوتا تو میں یہی کرتا جو کہ میں نے کیا تھا، یہ فرض تھا میرا اور فرض انعامات ... اس لئے نہیں کرتا کہ یہ اس کا فرض ہوتا ہے"—
" مگر پھر بھی —...."
" بالکل نہیں سیٹھ صاحب —" سرنیدر لجاجت سے بولا — " میں نے دنیا میں نہ تو کبھی کسی سے ایک دھیلے کی اس قسم کی مدد لی ہے اور نہ کبھی آئندہ کسی سے اس قسم کی مدد لوں گا۔ معاف کیجئے مجھے —"
" لیکن میرا فرض بھی تو کچھ کہتا ہے —"
" ... آپ اپنا فرض پورا نہیں کر رہے ہیں بلکہ مجھے بدلہ دے رہے ہیں — میرے اس فرض کو احسان سمجھ کر اتارنا چاہتے ہیں آپ۔ اور میں اس قسم کے فرض کو فرض نہیں بلکہ تجارت سمجھتا ہوں اور سودے بازی سے مجھے ازلی نفرت ہے —"
" مگر —...."

"میں بالکل مجبور ہوں سیٹھ صاحب ۔ میں ایک چھدام بھی قبول نہ کرونگا
اگر ایسا ہی ہے تو یہ دس ہزار روپے آپ محتاجوں اور لاچاروں میں دان کر دیجئے
اس لئے کہ دان مجبوروں اور لاچاروں کا حق ہے اور میں ہو سکتا ہے کہ غریب ہوں
مگر میں لاچار ہرگز نہیں ہوں اور زندگی میں ایشور مجھے لاچار کبھی نہ بنائے ۔ اس کی ہر
دم میں اپنے پیدا کرنے والے سے پرارتھنا کیا کرتا ہوں ۔"

"یہ تم میری خوشی سمجھ کر لے لو ۔" نروتم داس بالکل ہی لاجواب ہو کر بولا ۔
"یہ سمجھ لو کہ یہ میری خوشی ہے ۔"

"جی نہیں ۔" وہ رکھائی سے بولا ۔ "یہ آپ کی خوشی ہرگز نہیں ہے
اس لئے کہ اگر یہ آپ کی خوشی ہوتی تو آپ میرے باپو کو میری فیس کیلئے سو سوا سو
روپے قرض دینے سے انکار کبھی نہ کرتے ۔"

اور سریندر کے اس جواب پر نروتم داس کا منہ فق ہو گیا ۔ اور ایک سرمایہ دار
کی نظریں پہلی مرتبہ شرم اور ندامت سے نیچے جھک گئیں ۔ اور وہ بالکل ہی لاجواب
ہو کر ادھر اُدھر بغلیں جھانکنے لگا ۔

اور رینو کے دل و دماغ پر سریندر کی عظمت اور اُس کی بڑائی کا سکہ اور
بھی جم گیا ۔ اور وہ دل و جان کے ساتھ سریندر کی غلام بن کر رہ گئی ۔ اُس نے
سریندر سے دبی زبان سے کہا ۔

"میں اپنی پچھلی زیادتیوں کی آپ سے معافی چاہتی ہوں ۔"

اور سریندر نے اس کی طرف بڑے غور سے دیکھا ۔ اور وہ ایک
ذرا سا مسکرایا ۔

"میں نے معاف کر دیا آپ کو ۔"

وہ آہستہ سے بولا ۔ اور سیٹھ نروتم داس کے عظیم الشان ڈرائنگ روم

سے باہر چلا گیا۔

○

"میں آپ سے معافی چاہتی ہوں مسٹر نریندر ۔" ریتا بڑے جھکے ہوئے انداز میں بولی ۔

"میں اب یہاں بالکل نہ رہ سکوں گی ۔۔ مجھے یہاں سے کسی طرح بھی باہر نکل جانے دیجئے ۔ ورنہ یا تو میں خودکشی کر کے مر جاؤں گی، یا پھر میں اپنی آزادی کی لگن میں وہ کر گذروں گی جس کا کہ تصور بھی آپ نہ کر سکیں گے ۔"

"بس ۔۔۔ اتنی بات ۔۔۔ ؟" نریندر مسکرایا ۔۔۔ "میں نے بھی اس ذلیل زندگی سے توبہ کر لی ہے ۔۔۔ اور اب میں بھی یہاں ایک پل کیلئے بھی نہ ٹھہر سکوں گا مجھے اپنی غلطیوں کا احساس اب مکمل طور پر ہو چکا ہے ۔ اور یہ احساس پیدا بھی اسی وقت سے ہوا تھا جبکہ پہلی دفعہ میں نے اس چاند سے مکھڑے کی زیارت کی تھی ۔۔۔"

اور نریندر کے منہ سے ریتا یہ سن کر شرما گئی ۔۔۔ اور فطری شرم کے باعث اُس کی گردن جھک گئی ۔ گویا یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ اُسکے دل میں بھی نریندر کیلئے جگہ پیدا ہو چکی ہے ۔۔۔ وہ بہت آہستہ سے بولی ۔۔۔

"تو پھر اس قید سے آپ مجھے رہائی کب دلا رہے ہیں ؟"

"آج کی رات کے بعد جو سورج طلوع ہوگا وہ ہماری آزادی کا پیام لے کر آئے گا ۔۔۔ آپ اس ایک رات کو اور کاٹ لیجئے ۔ صبح تو ہمارے لئے جلد ہی مسکرانے والی ہے ۔۔۔ اس کا یقین میں آپ کو دلائے دے رہا ہوں ۔ یقین کیجئے میرا ۔۔۔"

"سچ ۔۔۔ !" ریتا کو جیسے کہ اپنے خوابوں کی تعبیر مل گئی تھی ۔

"بالکل سچ ــــ"

اور رتیا کا چہرہ نو شگفتہ گلاب کی مانند کھل اُٹھا ۔

"کھایئے قسم ــــ"

"آپ کی محبت کی قسم ــــ"

اور اس انوکھی اور غیر متوقع قسم پر رتیلا نے اپنا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیا۔

○

رینو نے جو کہ اپنے آپ کو آئینے میں بڑے غور سے دیکھ رہی تھی، یکبارگی اپنا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیا اور اُس کا دل یکبارگی بڑی زور سے اُس کے سینے میں دھڑکنے لگا ــــ

اور وہ بے چین ہو کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی ــــ

وہ اپنے کمرے میں دیوانہ وار ٹہلتے ہوئے بڑبڑائی

"یہ تو مجھے پریم ہو گیا ہے، محبت کی آگ میں، تو میں نے جلنا شروع کر دیا ہے سریندر کے نام پر میرا دل دھڑکنے لگا ہے اور یہ اس بات کی نشانی ہے کہ میں اُس سے پریم کر بیٹھی ہوں ــــ"

"ہے بھگوان ــــ!" وہ اپنے بیڈ پر دھڑام سے گری ــــ

"یہ آخر ہوا کیسے ــــ؟ وہ کن راہوں سے گزر کر مجھ تک پہنچا۔ اور کن چور دروازوں سے پاس ہو کر وہ میرے دل میں آکر چھپ گیا ــــ"

"او ــــ مائی گوڈ ــــ"

اور یکبارگی کچھ سوچ کر اُس نے اپنا منہ تکیہ میں چھپا لیا۔

○

مسز بینڈا سا نے پریشان ہو کر کتاب ایک طرف رکھ دی۔
"آخر لغویت ہے کیا ---"
وہ کرسی سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا ---
"میں تو مرے سے اس تصور سے کے ہی خلاف ہوں۔ پھر یہ انوکھا انقلاب آخر کس طرح آ گیا میری زندگی میں؟ اس کی وجہ کیا ہے ---"
وہ اپنے کمرے کی مشرقی کھڑکی کے نزدیک آ کر کھڑا ہو گیا اور ایکیس تاریخ کے نصف چاند پر اُس نے اپنی نظریں جما دیں ---"یہ رینو جیسی ضدی اور خود سر لڑکی کی محبت آخر میرے دل میں پیدا کس طرح ہو گئی ---"
اُس نے اپنی بائیں کلائی لیمپ کے سامنے کی ---
"باپ رے باپ --- رات کے سوا دو بج گئے۔ اور اب تک میں ایک لفظ بھی یاد نہیں کر سکا --- یہ آخر ہو کیا گیا ہے مجھے ---؟ رینو کا تصور اور اُس کا خیال اب تو میری محنت پر غالب آنے لگا ہے ---"
اُس نے یہ ساری باتیں خود سے کہیں اور پھر وہ کھڑکی سے ہٹ آیا ---
اور اب وہ اپنی کرسی پر دوبارہ بیٹھ چکا تھا۔ اُس نے اپنے خیالات کو جھٹکنے کی کوشش کی اور کتاب دوبارہ اُس نے اپنے ہاتھ میں لے لی ---
"مجھے اس سال بھی صوبہ بھر میں اول آنا ہے --- بلکہ اس سال تو میں نے پورے ملک کے بی اے فائنل کے طالب علموں سے آگے نکل جانے کی سوچی ہے۔"

اور یہ کہہ کر اُس نے بڑی دلچسپی کے ساتھ اسٹڈی کی کوشش کی۔ اور ابھی اُس نے کتاب کے صفحہ پر نظریں جمائی ہی تھیں اور دھیان دینے کی کوشش کی ہی تھی کہ اچانک رینو کی تصویر صفحات پر اُبھری اور اُس نے بڑی زور کا قہقہہ لگایا۔

"تم میری محبت سے دور بھاگنا چاہتے ہو؟"

رینو کی تصویر ہنستے اور قہقہے لگاتے ہوئے بولی۔

"مگر یہ تمہارے لئے ناممکن ہے میرے دوست۔ اس لئے کہ میں تمہیں اپنے لئے پسند کرتی ہوں اور میں نے اپنے خوابوں میں بسا لیا ہے تمہیں ۔۔۔ تم میرے تصورات کی دُنیا سے کنارا نہیں کر سکتے ۔۔۔"

"مگر میں اپنا یہ سال برباد کرنا نہیں چاہتا ۔۔۔"

وہ بے اختیارانہ طور پر پکار اُٹھا۔

"تم خدا کیلئے مجھ پر رحم کرو ۔۔۔ ترس کھاؤ تم میرے اوپر ۔۔۔"

"نادان ۔۔۔!" وہ مسکرائی ۔۔۔ "تم محبت سے دامن چھڑانا چاہتے ہو۔ اس غیر فانی انعام سے منہ موڑ رہے ہو تم، جو کہ قدرت کا سب سے بڑا اور سب سے عظیم عطیہ ہے ۔۔۔" اور پھر وہ ناک سکوڑ کر بولی ۔۔۔ "کتنے بڑے ناشکرے ہو تم ۔۔۔ کتنے احسان ناشناس اور کتنے بڑے گدھے ہو تم جو قدرت کے اس سب سے بڑے عطیہ کو ٹھکرا دینا چاہتے ہو ۔۔۔ سچی اور پاک محبت سے بھی آج تک کوئی اپنا دامن بچا سکا ہے جو تم اس قسم کی ناکام کوشش کو اپنانا چاہتے ہو ۔۔۔

"اُلّو ۔۔۔!" وہ مسکرائی ۔۔۔ "آؤ اور آ کر میرے گلے سے لگ جاؤ ۔۔۔ ہم دونوں اپنی پاک محبتوں کے نور سے اس دھرتی کو جگمگا دیں گے ۔۔۔"

"مگر میرے مستقبل کا ...."

وہ زور زور سے قہقہہ لگانے لگی ـــــ اور اُس کا جملہ ادھورا رہ گیا۔

"مستقبل ـــ ! تم دُنیاوی مستقبل کی فکر کر رہے ہو اور ازلی اور ابدی راحتوں کا ذرا بھی تمہیں دھیان نہیں ہے؟ ـــ یاد رکھو میرے دوست! محبت ماضی، حال اور مستقبل کی حدوں سے بھی کہیں آگے کی بات ہے ـــ پریم امر ہے لافانی اور تم امر اور لافانی کو چھوڑ کر فنا کی سوچ رہے ہو....."

اور پھر یکبارگی گھبرا کر اُس نے کتاب پھینک دی ـــ اور اب وہ اپنی اس نئی افتاد کے بارے میں سوچ رہا تھا ـــ وہ کرسی پر سے اُٹھا اور بڑی کشمکش کے عالم میں اپنے بستر پر آکر گر پڑا ـــ

O

آج جب رنبو کالج آئی تو اس کا رویہ سریندر کی طرف سے بالکل بدلا ہوا تھا۔ وہ پچھلی رات رات بھر سریندر کی محبت کے خواب دیکھتی رہی تھی ـــ اور اپنے خوابوں میں اُس نے اُس سے پیار و محبت کی بڑی بڑی باتیں کی تھیں ـــ اور آج جو وہ کالج آئی تو سب سے پہلے اُس کی نگاہوں نے اُسے تلاش کیا۔ مگر وہ ابھی تک نہیں آیا تھا۔ اُس کا دل آپ ہی آپ سریندر کیلئے تڑپ اُٹھا اور وہ کالج کے لان پر ٹہلنے لگی۔ اور پھر اُس نے دیکھا کہ سریندر کالج کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوا۔ اور اُس کا دل یکبارگی اُسے دیکھ کر اُس کے سینے میں زور زور سے دھڑکنے لگا ـــ اور وہ قطعاً غیر ارادی طور پر اُس کی طرف بڑھی۔

اور وہ اُس کے نزدیک جا کر یکبارگی کھڑی ہو گئی اور کوشش کے باوجود اُسکے مُنہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا ـــ اور تقریباً یہی حالت سریندر کی بھی تھی ـــ وہ بھی

رینو کو اپنے سامنے دیکھ کر اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا تھا۔

دونوں کچھ لمحے ایک دوسرے کے آمنے سامنے اسی طرح گم سم کھڑے رہے اور پھر سریندر یکبارگی سنبھلا اُس نے اپنے ہوش و حواس بجا کئے۔ اور اُس نے گھبرا کر نمستے کیلئے اپنے ہاتھ جوڑ دیئے۔ اور پھر یکبارگی اپنے دونوں ہاتھ گرا کر وہ ہڑبڑاتے ہوئے انداز میں بولا۔

"آئی سی، گڈ مارننگ میڈم ——!"

اور رینو نے مُسکراتی ہوئی آنکھوں سے اُسے بڑے پیار سے دیکھا —— وہ بڑے عجیب و غریب انداز میں اُسے بغور دیکھتے ہوئے بولی

"گڈ مارننگ ——"

اور وہ دونوں پھر اس کے آگے ایک لفظ بھی نہ بول سکے —— حالانکہ کچھ نہ کچھ بولنے اور کہنے کی دونوں کی خواہش بڑی شدت کے ساتھ اُن کے اندر مچل رہی تھی۔ آخرش اس بار رینو نے پہل کی

"آج آپ کو آنے میں دیر ہو گئی ——"

حالانکہ سریندر کو کالج آنے میں دیر بالکل نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ وہ کچھ جلد ہی آگیا تھا۔ اُس نے نظریں نیچی کئے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں مجھے آج دیر ہو گئی ——"

اور اُس کے آگے پھر کچھ نہ بول سکے —— اور اُن دونوں کے جسموں میں چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔ اور وہ دونوں اس انداز میں گھبرا اُٹھے جیسے کہ اُن کا دم گھُٹ رہا ہو ——

"آیئے ——!" سریندر نے پہل کی۔

اور وہ دونوں ایک ساتھ برانڈے کی طرف بڑھے۔ اور اُن کے ساتھیوں

نے ان دونوں کو اس طرح ساتھ ساتھ آتے ہوئے دیکھ کر بڑی حیرت کا اظہار کیا۔
"ارے ــــ ! یہ آگ اور پٹرول کا ساتھ ــــ !" ایک بولا۔
"واقعی حیرت ہے ــ" دوسرے نے گرہ لگائی ــــ "یہ تیل اور پانی کا ساتھ ــ ! بھئی حیرت ہے ــــ"
"کمال ہو گیا بھئی ــ" ایک اور نے اُن دونوں کو ساتھ دیکھ کر کہا ــــ "یہ چاند اور سورج ایک ساتھ ــــ !"
"ایسا لگ رہا ہے جیسے کہ سورج مشرق کے بجائے مغرب سے نکلنے لگا ہو ــ"
اُن کے ساتھی حیرت اور تعجب کا اظہار کرتے رہے اور وہ دونوں ایک ساتھ ورانڈے میں آ گئے ــــ رینو کی سہیلی لتا نے اُس کا استقبال کیا۔ وہ اُس سے بے اختیار لپٹ گئی ــــ اور کانا پھوسی والے انداز میں بولی۔
"یہ مشرق اور مغرب آخر گلے کیسے لگ گئے ــــ ؟"
اور جواب میں رینو نے اپنی مسکراتی ہوئی آنکھوں سے لتا کی طرف دیکھا ــ اور اُس کی نگاہیں نیچے جھک گئیں۔
لتا یکبارگی جیسے کہ دہاڑی۔
"اچھا ــ تو یہ بات ہے ــــ ؟"
"ہے تو پھر ــــ" رینو آہستہ سے بولی ــــ "تیرا ساجا ــــ"
"ساجا کروں بھی تو تو کرنے کیسے دیگی ــ ؟"
اور وہ دونوں لکچر روم میں داخل ہو گئیں۔
"میں نے کہا جناب ــــ !" انور نے سریندر کے ایک چٹکی لی ــــ "یہ آخر ماجرا کیا ہے ــ ؟"

"کہ جنگل کا جنگل ہرا ہوگیا ـــــ؟"

سریندر مسکرایا۔ اور وہ برجستہ بولا۔

"مگر کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ جناب کے پیٹ میں مروڑ کیوں اُٹھ رہا ہے؟"

"نہیں بھئی ـــ" انور بولا ـــ "واللہ حیرت ہے، یہ میاں چوہے بلّی کے ساتھ کیسے پھرتے ہوئے پائے گئے ـــــ!"

"سمجھ لو کہ بلّی اور چوہے میں دوستی ہوگئی ہے ـــ"

اور پھر وہ بھی لکچر ہال میں آکر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

○

آج صرف ایک ہی لکچر تھا۔ لہٰذا لکچر ہال سے نکلتے وقت رینو نے سریندر سے کہا۔

"آپ میرے ساتھ چل رہے ہیں ـــ؟"

"کہاں ـــ؟"

اور وہ مسکرائی۔

"جہاں میں لے چلوں ـــ" اُس نے سریندر کو بڑے غور سے مسکراتے ہوئے دیکھا ـــ "کیا آپ کو مجھ پر بھروسہ نہیں ہے؟"

"بھروسہ مجھے آپ پر تھا کب نہیں!"

"تو پھر آیئے ـــ"

"چلئے ـــ"

اور دونوں ایک ساتھ چلتے ہوئے کالج کے گیرج تک آگئے ـــ

"تشریف رکھئے ـــ" اُس نے اپنی کار کا دروازہ کھولا ـــ اور سرنیدر اُس کی گاڑی پر بیٹھ گیا اور پھر وہ بھی گھوم کر دوسری طرف سے آئی اور اسٹیرنگ پر بیٹھ گئی ـــ

اور اب اُس کی کار کالج کے گیٹ سے نکل کر میٹرو سینما سے ہوتی ہوئی چوپاٹی کی طرف دوڑ رہی تھی۔ اور ہینگنگ گارڈن پر پہنچکر رینو نے ناز ریسٹورنٹ کے پاس کار روک دی اور وہ کار سے نکلتے ہوئے بولی ـــ

"چلیئے ہم ناز پر چل کر بیٹھینگے ـــ"

اور وہ دونوں ناز کے سیکنڈ فلور کی منزل پر آکر ایک کیبن میں بیٹھ گئے۔

"کیا پیئیں گے آپ ـــ؟"

"جو آپ پلائیں گی ـــ"

"جو میں پلاؤں گی آپ پی لیں گے ـــ؟"

"ہوں ـــ"

"اتنا بھروسہ ہوگیا ہے آپ کو میرے اوپر ـــ"

"بھروسہ ہی تو ہے ـــ جبھی تو ساتھ آیا ہوں ـــ"

"سچ ـــ!"

"تمہاری قسم ـــ"

اور رینو اس "تم" پر ہزار جان سے قربان ہوگئی خوشی سے اُس کی آنکھیں چمکنے لگیں اور اُسے ایسا لگا جیسے کہ اُس کے جسم میں خون کی روانی تیز ہوگئی ہو ـــ اُس کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے۔

اور سرنیدر نے اُس کی اس حالت کو بڑے غور سے دیکھا ـــ وہ اُسے بغور دیکھتا ہوا بولا۔

"یہ آنکھوں میں آنسو —؟"

"تمہاری اپنائیت پر مارے خوشی کے دل کی خوشی چھلک کر آنکھوں سے باہر جھانکنے لگی ہے —"

"سچ —!"

"تمہاری قسم سرنیدر یہ بالکل حقیقت ہے —" — رنیو بولی —

اور سرنیدر بے اختیار بولا۔

"آج مجھے ایک بات کا دل سے قائل ہو جانا پڑا ہے —"

"کس بات کا —؟"

"یہی کہ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے —" سرنیدر بولا۔

"یق پچھلی رات، رات بھر سو نہیں سکا —"

"اور میں کہاں سو سکی ہوں —"

"کھاؤ میری قسم۔"

"تمہاری قسم۔"

اور بے اختیارانہ انداز میں سرنیدر نے رنیو کے ہاتھوں کو جو کہ شیشے کی میز پر رکھے ہوئے تھے بڑی زور سے دبایا۔ اور اُس کی آنکھوں سے گرم گرم آنسوؤں کی دو بوندیں نکل کر رنیو کی دونوں کلائیوں پر گر پڑیں اور وہ یکبارگی بے چین ہو کر بولی

"یہ کیا —؟" اُس نے گھبرا کر اپنے دونوں ہاتھ پیچھے کھینچ لیے —

"یہ تمہاری آنکھوں میں آنسو —؟" اُس نے مضطربانہ انداز میں سوال کیا —

"اندیشے کے آنسو ہیں یہ —" سرنیدر افسردگی سے بولا۔

"کیا مطلب —؟"

"نادان چکور کی چاند کے ساتھ پریت کا خیال مجھے آ گیا اُس وقت —"

"اتنے سمجھدار ہو کر اتنی نادانی کی بات تم نے کی ہے ___" رینو نے اُسے بغور دیکھا۔
"مجھے اس صدی میں کم از کم اس قسم کی بات کی اُمید تم سے نہیں تھی ___"
"مجھے معلوم ہے کہ پیار و پریم کی ریتوں میں صدیوں نے ابھی تک کوئی فرق نہیں ڈالا ___" وہ بہت زیادہ سنجیدہ ہو گیا ___ "تم جس باپ کی بیٹی ہو وہ کروڑپتی ہے اور میں جس باپ کا بیٹا ہوں وہ تمہارے باپ کے یہاں ڈیڑھ سو روپے ماہوار کا ملازم ہے۔ ایک ادنیٰ کلرک ہے وہ ___"

"اوہ ___!" وہ بے تاب ہو گئی ___ "تو تم نے ہماری محبتوں کو اندازے سے تولا ہے ___ یہ پیمانہ ہے تمہارے پاس ___" اور پھر وہ سریندر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی ___ "ہمارے دلوں کے بیچ اور ہماری محبتوں کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہو سکتی اس کا میں تمہیں یقین دلاتی ہوں ___"

"کاش کہ دولت کا سہارا میرے پاس بھی ہوتا ___"

"پھر وہی بات ___" رینو مسکرائی اور اُس نے موضوع کی تلخی کو کم کرنے کی کوشش کی ___ "مجھے نہیں معلوم تھا کہ حضور کو بھی سہاروں کی ضرورت ہے ___"

"دولت کا سہارا اس جگ میں کسے نہیں چاہیے ___"

"دُنیا کی بات چھوڑو ___" رینو بولی ___ "اس جگ سے ہمیں کیا لینا دینا ___"

"دُنیا میں رہ کر دُنیا کی ریتوں سے پیچھا بھی تو نہیں چھڑایا جا سکتا ___"

"اچھا چھوڑو اس بات کو ___" رینو مسکرائی ___ "تمہیں میری قسم ___"

"اچھا بھئی چھوڑ دی یہ بات ___"

اور پھر رینو نے بوائے کو آواز دی۔

"کولڈ کافی لے کر آؤ اور چپس اور چکن سینڈوچز ___"

"یس میڈم ___"

بیرا چلا گیا اور وہ دونوں اپنی بے تاب نظروں سے سمندر کے جوش کو دیکھنے لگے۔

○

نرنیندر کا نے مادھو، اپنے گینگ کے بدمزاج سرزار کی بل کھاتی ہوئی ابروؤں کو بڑے غور سے دیکھا۔ اور وہ یکبارگی طیش میں آکر بولا۔

"تم یہ اپنی اکڑفوں کسی اور کو دکھانا مادھو ---" وہ نفرت سے بولا --- "تمہاری یہ ادائیں دیکھنے والا نہیں ہوں ---"

"تم رینا سے اپنائیت جتانا چھوڑ دو ---"

"ورنہ کیا کرو گے تم میرا ---" وہ نفرت سے جھنجھلا کر بولا --- "کیا پھانسی پر لٹکوا دو گے ---؟"

"نہیں ---" مادھو بولا --- "کتے کی موت مار دوں گا تمہیں ---"

"ابے جا ---" نرنیدر گرجا --- "مر گئے ایسا سوچنے والے --- پہلے اپنی خیر مانگ ---"

اور یہ کہہ کر وہ بڑی تیزی کے ساتھ نکل گیا --- اور مادھو وہاں سے سیدھا رینا کے پاس آیا۔ اور وہ اُسے نفرت سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"تم جیسی لڑکیوں کا علاج میں اچھی طرح کرنا جانتا ہوں ---"

"کیا بات ہے ---؟" رینا قدرے سہم گئی --- "میں نے کیا کیا ---؟"

"تم نے نرنیدر سے پریت کی ہے اور اس محبت کا انجام سمجھ لو کہ اچھا نہ ہوگا ---"

"تم آخر کہنا کیا چاہتے ہو ـــ؟"

"میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ تم میرے پریم کو ٹھکرا کر اپنے حق میں کچھ اچھا نہیں کر رہی ہو ـــ"

"پریم ـــ!" ریتا بڑے تعجب سے بولی ـــ "یہ آخر جناب مجھ سے پریم کب سے کرنے لگے ـــ؟"

"جب سے تم یہاں آئی ہو، میں تمہیں چاہنے لگا ہوں ریتا ـــ" اُس نے نکھرنے کی کوشش کی ـــ "میں دل وجان سے تمہیں پیار کرتا ہوں ـــ"

"اچھا ـــ!"

"بھگوان قسم ـــ"

"تو تم میرے لئے کیا کر سکتے ہو ـــ؟"

"سب کچھ ـــ"

"زہر پی سکتے ہو میرے لئے ـــ؟"

"مذاق مت کرو ریتا ـــ"

"میں مذاق کہاں کر رہی ہوں ـــ"

اور عین اسی وقت مادھو کو ایک حکم ملا اور وہ یہ حکم جو کہ ایک آدمی لے کر آیا تھا سُن کر حیران رہ گیا۔ وہ بے اختیار بول پڑا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو ـــ؟" اُس نے بہت آہستہ سے اُس کے کان میں یہ سوال کیا۔ وہ اُس کے کان کے پاس منہ لے جا کر بولا۔

"یہ باس کا حکم ہے ـــ!"

"ہائیں ـــ!"

اُس کا منہ فق ہو گیا۔ اور عین اسی وقت ہر چہار طرف سے سُرخ بلب

جلنے اور بجھنے شروع ہو گئے۔ مادھو نے دیکھا کہ رتیا مسکرا رہی ہے۔؟

"اب میں سمجھا ——!"

اور اُس نے جھپٹ کر رتیا کو دبوچ لیا اور ایک تہ خانے کے اندر اُس نے اُسے لے جا کر بند کر دیا —— اور پھر پھر چہار طرف سے یہ جگہ پولیس والوں سے گھر گئی —— اور یہ سارے کے سارے غنڈے اِدھر اُدھر دوڑنے بھاگنے اور چھپنے لگے —— ہر شخص کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ پورا گینگ ہراساں تھا۔

"باس نے خبر بھیجنے میں دیر کی ——"

مادھو بڑی افسردگی سے بولا اور پھر وہ یکبارگی زور سے چیخا۔

"اُس سؤر کے بچے نرنیدر کو میں سمجھ لوں گا ——"

اور پھر پولیس اس خفیہ اڈے کے اندر آ گئی۔ نرنیدر بھی پولیس والوں کے ساتھ تھا۔ گینگ کے ساتھ پولیس کی دست بدست تھوڑی سی لڑائی بھی ہوئی اور پھر پورے اڈے پر پولیس کا قبضہ ہو گیا۔ تواری پکڑا گیا۔ جگو اور بھیرون کی مشکیں کس لی گئیں۔ اور سارے چھوٹے بڑے دھر لئے گئے۔

اسمگل کے لاکھوں روپے کے سامان پر پولیس کا قبضہ ہو گیا۔

"تمہارے اس کارنامہ کے لئے پولیس کا محکمہ اور حکومت تمہاری ممنون ہے مسٹر نرنیدر ——" آئی جی صاحب نے نرنیدر کی پیٹھ تھپکی —— "تم نے بہت بڑا کام کیا ہے —— اور اب تم سرکاری گواہ کی حیثیت سے عدالت میں پیش ہو گے۔"

"واقعی اگر آپ مخبری نہ کرتے مسٹر نرنیدر تو پولیس اتنے بڑے اسمگلر تواری لال سیٹھ کو کبھی نہ پکڑ سکتی۔ وہ اسی طرح دیش بھگت اور . . . نیتا رہتا —— اُسکی چھوٹی عزت کے ڈھول اسی طرح پٹتے رہتے —— اور . . . ملک کی اتنی بڑی جماعت اسی طرح بدنام ہوتی رہتی ——"

وہ سب اُس کی تعریف کر رہے تھے اور نر نیدر کھویا کھویا تھا اور حواس باختہ

تھا — آخر ش وہ بڑی بے چینی سے بولا

"مگر میں تو بالکل ہی لُٹ گیا آنٹی جی صاحب —!"

"کیا ہوا —؟"

"رنیا کا کہیں پتہ نہیں ہے —"

"رتیا — کون ریتا —؟"

"جسکے اُکسانے پر میں نے اس گینگ کا قلع قمع کر دیا ہے۔ اس گینگ کے ہاتھوں پھنسی ہوئی ایک شریف لڑکی جسے مادھو نہ جانے کس جگہ لے کر روپوش ہو گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مادھو نے اُسے جان سے مار دیا ہو —"

وہ بڑے اضطراب کے عالم میں بولا —

"آپ لوگ جس طرح بھی ہو اُسے بچا لیجئے آنٹی جی صاحب —!"

○

"اب میرے ہاتھوں سے تجھے خود بھگوان بھی نہیں بچا سکتا —"

مادھو نے غریب اور بے کس رتیا کے بال پکڑ کر گھسیٹے۔

"یہ پال گھر کا گھنا جنگل ہے، جہاں میں تجھے لے کر آیا ہوں۔ یہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا —"

"تم کیا کرو گے میرا —؟" رنیا لرزتے ہوئے بولی۔

"میں پہلے تو تیری عزت سے اپنے دل کی پیاس بجھاؤں گا — اور پھر اُس کے بعد تجھے قتل کر کے کہیں دور بھاگ جاؤں گا —"

اور یہ سُن کر رتیا کانپ گئی اُسکی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ گڑگڑا کر بولی۔

"تم مجھے مار ڈالو مادھو۔ مگر ایشور کیلئے میری عزت اور میری آبرو کو داغدار نہ بناؤ۔"

"ارے واہ ـــ!" مادھو غرایا۔ "بڑا نیک مشورہ تو مجھے دے رہی ہے۔"
اور یہ کہہ کر وہ اُسے گھسیٹنے لگا اور وہ گھٹتے گھٹتے فریاد کرنے لگی۔

"ایشور کیلئے میرے کنوار پنے کو داغدار نہ بنا مادھو ـــ! بھگوان کے لئے میں تیرے پاؤں پڑتی ہوں ـــ۔"

"اچھا ـــ!" مادھو نے اُسے ایک جھٹکے کے ساتھ زمین پر گرا دیا ـــ "بڑی خوبصورت ہے تو ـــ۔"

اور وہ ابھی وہ بھوکے شیر کی طرح اُس پر جھپٹا ہی تھا کہ کسی نے پیچھے سے اُسے پکڑ لیا۔ اور اُسے پیچھے سے پکڑنے والا یہ سریندر تھا جو کہ پال گھر کے اس جنگل میں رینو کے ساتھ جیپ لے کر شیر کا شکار کرنے آیا تھا۔

"جان سے مار دو سریندر اس درندے کو ـــ!" رینو دانت پیس کر بولی۔
"رائفل کی ایک گولی اگر اس کے بھیجے کے پار ہو گئی تو میں سمجھوں گی کہ میں نے سینکڑوں شیر، بھیڑئے اور درندے ایک ساتھ مار دئیے ہیں ـــ۔"

سریندر نے مادھو کے مُنہ پر ایک بھرپور گھونسہ مارا اور وہ اوندھے مُنہ زمین پر گر پڑا۔ خون اُس کے مُنہ سے سوتے کی طرح پھوٹ رہا تھا۔

رینو نے رینا کو اُٹھا کر گلے سے لگا لیا۔
"فکر نہ کرو بہن ـــ! یہ درندہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ یوں سمجھ لو کہ بھگوان نے اس جنگل میں محض تمہاری حفاظت کیلئے ہمیں بھیجا ہے۔ ہم یہاں شیر کے شکار کیلئے آئے تھے کہ یہ جنگلی سُور ہمارے ہاتھ آ گیا ـــ ہم نے اس کی ساری حرکتیں دیکھ لی ہیں۔ ہم اس کا کافی دور سے پیچھا کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اُس کی جیپ کے

ساتھ ہی ساتھ ہماری جیپ آرہی تھی۔

ریتا سہمی سمٹی رینو سے چمٹی کھڑی تھی کہ مادھو بھوکے شیر کی طرح تڑپ کر اُٹھا اور بلائے ناگہانی کی طرح وہ سریندر پر ٹوٹ پڑا ــــ اور اب دونوں میں دست بدست جنگ ہونے لگی۔

مادھو ایک تنومند غنڈہ تھا اور سریندر ایک شریف قسم کا نوجوان تھا۔ پھر بھلا وہ اس کمینے کا مقابلہ کیا کرسکتا تھا ــــ مادھو اُسے جھنجھوڑنے لگا ــــ اور تڑپ کر رینو نے اپنی رائفل اُٹھالی

اور ابھی مادھو نے سریندر کے مُنہ پر ایک گھونسہ مارا ہی تھا کہ رینو نے رائفل چلادی، اور مادھو کا داہنا بازو کا زخمی ہوگیا۔ گولی اُس کے داہنے بازو کو توڑ کر باہر نکل گئی۔

اور اب وہ بھاگ رہا تھا اور سریندر اُس کا پیچھا کررہا تھا کہ پولیس آگئی اور نریندر آگیا اور پولیس نے بھاگتے ہوئے مادھو کی مشکیں کس لیں۔

"ہم تمہارے ممنون ہیں نوجوان ــــ" آئی جی صاحب نے جو کہ مادھو کی تلاش میں سُراغ لگنے پر خود یہاں آگئے تھے سریندر کی پیٹھ تھپکی ــــ "آپ یہاں کیسے آگئے تھے ــــ؟" اُنھوں نے پوچھا۔ اور سریندر بولا۔

"ہم یہاں شیر کے شکار کیلئے آئے تھے کہ یہاں اس بدمعاش کو ہم نے اتفاقیہ دیکھ لیا ــــ یہ ایک غریب جوان لڑکی کی عزت لوٹنے کی کوشش کررہا تھا ــــ

"لڑکی ــــ!" نریندر یکبارگی بول پڑا۔

"کہاں ہے وہ لڑکی ــــ؟"

"آیئے میرے ساتھ ــــ"

اور ابھی یہ سب تھوڑی ہی دور بڑھے تھے کہ رینو اور ریتا مل گئیں۔ اور نریندر
ریتا کو دیکھ کر یکبارگی چیخا۔

"ریتا ـــــ!"

اور ریتا دوڑ کر اُس سے لپٹ گئی۔

"یہی ہے وہ لڑکی ـــــ!" سریندر بولا ـــــ "اس معصوم کی عصمت لوٹنے
کی کوشش میں یہ بدمعاش سرگرداں تھا ـــــ"

"تم فرشتۂ رحمت ہو میرے بھائی ـــــ" نریندر نے سریندر کا ہاتھ بڑی
گرمجوشی سے دبایا ـــــ "میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر یاد رکھوں گا ـــــ"

اُس نے ریتا کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ لڑکی میری زندگی ہے ـــــ"

سریندر نے نریندر کو بغور دیکھا۔ اور وہ بڑی ملائمت سے بولا ـــــ

"احسان کا ہے کا بھیا ـــــ یہ تو میرا فرض تھا ـــــ"

"آج سے تم میرے بھائی ہو ـــــ"

اور یہ کہہ کر نریندر نے سریندر کو بڑی زور سے لپٹا لیا ـــــ اور وہ دونوں
طرح بہت دیر تک لپٹے رہے۔

"اب ہم لوگوں کو چلنا چاہیئے ـــــ"

آئی جی صاحب بولے اور پھر یہ سب لوگ بمبئی کے لیئے روانہ ہو گئے ـــــ
والوں نے مادھو کو اچھی طرح سے باندھ لیا تھا راستہ بھر مادھو کی خاصی مرمت
رہی اور پھر شہر پہنچتے ہی اُسے پولیس کی کسٹڈی میں علاج کے لیئے جے جے ہسپتال
داخل کر دیا گیا۔

◎

یہ بات یقینی طور پر نا ممکن ہے کہ دلوں میں محبت کا بیج سر اُٹھائے اور محبت کرنے والوں کے راستوں میں دشواریاں آکر کھڑی نہ ہو جائیں۔

چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔

سریندر اور رینو جب تک ایک دوسرے کو ٹیڑھی نگاہوں سے دیکھتے رہے تو زمانہ بھی خوش رہا اور ان دونوں کو سیدھی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ اور جہاں ان دونوں نے ایک دوسرے کو چاہنا اور پیار کرنا شروع کیا تو زمانے کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔ اور دشواریاں اُن کے راستوں میں سنگ گراں بن کر کھڑی ہو گئیں اور قدم قدم پر اُن پر نکتہ چینیاں ہونے لگیں۔

مگر وہ دونوں محبت کے متوالے ان تمام باتوں اور دشواریوں سے بے نیاز ایک دوسرے کو دیوانہ وار چاہتے اور پیار کرتے رہے اور انہوں نے ان باتوں کی طرف کوئی دھیان نہ دیا۔

"مَیں نے کہا ــــ!"

اور ابھی رینو نے اُس کے آگے کچھ کہا بھی نہ تھا کہ سریندر یکبارگی بول پڑا۔

"جی کہئے ــــ"

"آج رات حضور والا کھانا میرے ساتھ میرے گھر پر کھا رہے ہیں اور پھر رات

ابھی ہم ایک ساتھ تھیٹر دیکھنے چلیں گے ۔"

"تھیٹر ۔۔۔!"

"جی ہاں ۔۔۔" رینو بڑے پیار سے سریندر کی طرف دیکھتے ہوئے بولی ۔۔۔ "سندربائی ہال میں اِپٹا کی طرف سے ایک پروگرام ہو رہا ہے اور اس کے دو ٹکٹ میں نے پہلے ہی سو سو روپے دے کر حاصل کر لئے ہیں ۔۔۔"

"مگر وہاں تو یقینی طور پر سرمایہ داروں کو گالیاں دی جائیں گی ۔۔۔ اور آپ ۔۔۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولی ۔۔۔ "تو کیا ہوا ۔۔۔ وہ گالیاں کوئی غلط تو نہیں دی جائیں گی ۔"

"اگر آپ کے ڈیڈی صاحب سُن پائیں گے تو آپ کی خیر نہیں ۔۔۔" سریندر مسکرایا ۔۔۔ "وہ اگر آپ کو بغلی گھونسہ نہ سمجھنے لگیں تو پھر کہیے گا ۔۔۔"

"آپ کا اشارہ تھیٹر دیکھنے کی طرف ہے ، یا سرمایہ داروں کو گالیاں دینے کی طرف یا اس طرف کہ آپ میرے گھر میرے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں ۔۔۔"

"سبھی طرف سمجھ لیجیے ۔۔۔"

"تو جناب میں اپنے ڈیڈی کی خفگی کی کوئی پروا اس لئے نہ کروں گی کہ اس میں سے ایک بات بھی غلط نہ ہوگی ۔ نہ تھیٹر دیکھنا ۔ نہ سرمایہ داروں کو دی جانے والی گالیاں سُننا اور نہ حضور کو اپنے گھر کھانا کھلانا ۔۔۔"

"اور میرے ساتھ پریم کرنا ۔۔۔؟"

"یہ بات تو بڑی انمول ہے ۔۔۔ اور اُس کے لئے تو میں ڈیڈی سے لڑ تک مروں گی ۔۔۔"

"سچ ۔۔۔!"

"تمہارے سر کی قسم سر بندر ر ــــ"

اور سر بندر نے اُسے بڑے پیار سے دیکھا اور رینو نے اپنی نظریں جھکالیں۔

اور سریندر تڑپ گیا۔

"تمہاری انہیں اداؤں پر تو جان جاتی ہے میری ــــ"

اُس نے رینو کی ٹھوڑی اوپر اُٹھائی ــــ رینو کی دونوں آنکھیں بند تھیں۔

"قسم خدا کی میں تو قربان ہو کر رہ گیا اس چاند سے مکھڑے پر ــــ"

اور ابھی اُس نے اپنا چہرہ رینو کے چہرے پر جھکایا ہی تھا کہ رینو یکبارگی تڑپ کر پیچھے ہٹ گئی۔ اور سریندر بولا۔

"آنکھیں تو بند تھیں تمہاری ــــ!"

"آنکھیں کے بند ہونے سے کیا ہوتا ہے ــــ" رینو مُسکرائی ــــ "دل کے ارادے دل جو بھانپ لیتا ہے ــــ" اور پھر اُس نے سریندر کی طرف بڑے انداز سے دیکھا ــــ "مگر جناب کو یہ سوجھی کیا تھی ــــ؟" اُس نے اپنی آنکھیں مٹکائیں ــــ "بڑے شریر ہوتے جا رہے ہو ــــ؟"

"یہ شرارت بھی تو تمہیں کو چاہنے کے بعد دل میں انگڑائیاں لینے لگی ہے"

"اچھا ــــ!"

رینو نے بڑی آہستگی سے اُسے بڑی عجیب و غریب نظروں سے دیکھتے ہوئے بڑے انداز سے کہا۔

"جی ــــ!"

"اچھا بگو اس بند ــــ" رینو مُسکرائی ــــ "چلئے میرے ساتھ ــــ"

اور وہ اُسے لے کر اپنے گھر آ گئی۔

○

زنانہ ڈرائنگ روم میں دو بچوں کی تصویریں ایک ساتھ فریم کی ہوئی میز پر رکھی تھیں۔ سُریندر میز پر جھک کر ان تصویروں کو غور سے دیکھنے لگا۔

"یہ کن بچوں کی تصویریں ہیں ۔۔۔؟"

"کل ہی یہ تصویریں فریم ہو کر آئی ہیں، ڈیڈی نے مجھے بتایا ہے کہ یہ دونوں تصویریں اُن کے اُن بیٹوں کی ہیں جو کہ اس عمر میں ایک حادثہ کا شکار ہو گئے تھے ۔۔۔ یہ تصویریں کل ہی ملی ہیں ممی کے سوٹ کیس میں پڑی ہوئی تھیں ۔۔۔"

"اچھا ۔۔۔!"

سریندر اس فریم کو اُٹھا کر ان تصویروں کو بغور دیکھنے لگا ۔۔۔ وہ ان تصویروں کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا ۔۔۔ وہ ان تصویروں کو دیکھ کر کچھ سوچنے لگا ۔۔۔ اس میں سے ایک بچہ کوئی تین سال کا تھا اور دوسرا کوئی ایک سال کا رہا ہوگا ۔۔۔"

"اب کیا دیکھے جا رہے ہو تم ۔۔۔؟"

"یہ دیکھ رہا ہوں کہ قدرت انسانوں کے ساتھ کبھی کبھی کیسے کیسے مذاق کرتی ہے ۔۔۔"

اور پھر اُس نے وہ قیمتی فریم اُسی جگہ میز پر رکھ دیا ۔۔۔ اور وہ رینو کے پاس ہی صوفہ پر آ کر بیٹھ گیا ۔۔۔"

"تم نے اس پرائیویٹ ڈرائنگ روم میں مجھے لا کر بٹھا دیا ہے ۔۔۔ اگر تمہارے ڈیڈی ابھی آجائیں تو ۔۔۔؟"

"تو کیا ہوگا ۔۔۔؟"

"وہ تم پر یقیناً ناراض ہوں گے ۔۔۔!"

"خاک ۔۔۔" وہ بولی ۔۔۔ "وہ ناراض کیوں ہوں گے میرے اوپر ۔۔۔؟"

"تم ان باتوں کو کیا سمجھو۔"

"اچھا بکو مت۔"

اور یہ کہہ کر وہ اُسے اپنے قیمتی قیمتی تحفے دکھلانے لگی اور اُس کا یہ کلکشن واقعی لاجواب تھا۔ کہ اتنے میں رینو کی ماں آگئی اور سریندر نے بڑے ادب سے کھڑے ہوکر مالتی کو سلام کیا۔ وہ اُسے ایک ٹک دیکھ رہا تھا۔ اور اُس کا دل نجانے کیوں بڑے زور سے دھڑک رہا تھا۔

اُس نے لپک کر مالتی کے پاؤں چھو لئے۔ اور مالتی نے اُسے شانوں سے پکڑ کر اوپر اُٹھا لیا۔ وہ دونوں بڑے غور سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

"تم کون ہو بیٹے۔؟" مالتی کی بے قرار نظریں سریندر کے چہرے پر ادھر اُدھر بے تابانہ طور پر پھیلنے لگیں۔ اور یہی کیفیت بالکل یہی حالت سریندر کی بھی تھی۔

وہ دونوں ایک دوسرے کو اس انداز سے دیکھ رہے تھے اور رینو بڑی حیرت سے ان دونوں کو تک رہی تھی۔ کہ یکبارگی مالتی بالکل اس انداز میں بولی جیسے کہ وہ خواب میں بڑبڑا رہی ہو۔

"کہیں تم میرا بچھڑا ہوا بیٹا تو نہیں ہے میرے لال۔!"

"میں آپ ہی کا بیٹا ہوں ماں۔"

سریندر بولا۔ اور مالتی اس سے بے اختیار لپٹ گئی۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اور سریندر گھبرا گیا۔ اُس نے بڑی بے بسی کے عالم میں رینو کی طرف دیکھا۔

اور رینو نے اُسے اشاروں ہی اشاروں میں بتایا کہ یہ تھوڑی سی پاگل ہیں۔ اُس نے اپنی داہنی کنپٹی کے قریب اپنے کلمے کی انگلی لے جا کر گھمائی اور سریندر بہت زیادہ متاثر ہو کر بولا۔

" اتنی پریشان نہ ہو ماں ــــ ! دھیرج رکھو ــــ "

اور مالتی اُسے چھوڑ کر بے تحاشا اپنے کمرے کی طرف بھاگی اور اپنی مسہری پر گر پڑی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ سریندر بہت زیادہ اپ سیٹ ہو چکا تھا۔ وہ ایک سرد آہ لے کر بولا ــــ

" بے چاری ــــ ! ماں تا کی تڑپ بھی کیا ہوتی ہے ــــ ! "

اور پھر اس رات سریندر سے کھانا بھی نہیں کھایا گیا اور رینو بار بار اُس سے اصرار کرتی رہی ــــ کہ وہ کھانا آخر کھا کیوں نہیں رہا۔ اس قدر تکلف وہ کیوں کر رہا ہے ــــ اور وہ کوشش کے باوجود بہت کم کھانا کھا سکا۔ اور پھر تھیٹر میں بھی سریندر کا جی نہ لگا ــــ اُس کے دل و دماغ میں ایک نامعلوم سی ہلچل اُٹھتی رہی اور وہ مالتی کے تصور اور اُس کی کیفیت کو اپنے ذہن سے کوشش کے بعد بھی دور نہ کر سکا۔

اور رینو کی قربت اور اُس کا یہ ساتھ بھی اُسے مالتی کے خیالات کے دائرے سے باہر نہ لے جا سکا ــــ اور پھر رات کے بارہ بجے یہ دونوں سندرا بائی ہال سے باہر نکلے۔

" میں پہلے تمہیں تمہارے گھر چھوڑ دیتی ہوں ــــ "

" ٹھیک ــــ ! " وہ اسی طرح کھوئے ہوئے انداز میں بولا ــــ

چھوڑ دیجیئے۔ "

اور رینو کی کار بڑی تیزی کے ساتھ سریندر کے گھر کی طرف بھاگنے لگی۔

○

بمبئی میں سریندر کا سب سے بڑا ہمدرد اور اُس کا دوست اب نریندر تھا

اور نریندر جو کہ اب ایک معزز شہری کی طرح اپنے ماں باپ کے ساتھ ایک عمدہ سے فلیٹ میں رہتا تھا، اُس کا ہر طرح کا خیال رکھتا تھا۔ اُس نے سرجو اور لکھیا کو قصبہ سے بلوا لیا تھا۔ اور اُس کی شادی رینا کے ساتھ ہو چکی تھی اور وہ اپنے اس مختصر سے خاندان کے ساتھ بڑے امن و سکون کے ساتھ بمبئی میں رہتا تھا اور موٹروں کا بزنس کرتا تھا۔

ایک دن سریندر بڑے متفکرانہ انداز میں اُس کے یہاں آیا اور نریندر نے بڑے پیار سے اُس سے پوچھا۔

"کیوں کیا بات ہے سُریندر، میرے بھائی۔ تم آخر اتنے اُداس اور پریشان کیوں ہو ــــ؟"

"کیا بتاؤں بھیّا ــــ" سُریندر بڑی افسردگی سے بولا ــــ "وہ رینو ہے نا رینو ــــ"

"ہاں ہاں ــــ تو کیا ہوا اُس رینو کو ــــ"

"میں اُس کے بغیر جی نہیں سکتا۔ اور اُس کا کردڑپتی باپ اُس کی شادی کسی سیٹھ کے لڑکے سے کر رہا ہے ــــ"

"اچھا ــــ"

"ہاں بھیّا ــــ"

"اُس کی ایسی تیسی ــــ" نریندر بڑے جوش سے بولا ــــ "رینو کی شادی تم سے اور صرف تم سے ہوگی ــــ"

"مگر کیسے ــــ؟"

"یہ بس تم مجھ پر چھوڑ دو نا ــــ"

"مگر ــــ"

"کہہ جو دیا نا کہ تم کوئی فکر نہ کرو میرے پیارے ــــ"

○

"تم کاہے کی فکر کرتے ہو ــــ؟" رینو اپنے دانت پیستے ہوئے بولی۔ "دیکھتی ہوں کہ ڈیڈی اپنی من مانی کیسے کرتے ہیں؟"

"لیکن وہ تو اس سیٹھ سے بات پکی بھی کر چکے ہیں ــــ"

"مجھ سے بات پکی تو نہیں کر چکے وہ۔ اور میں بات تم سے پکی کر چکی ہوں ــــ" رینو پورے عزم کے ساتھ بولی ــــ "میں آج ڈیڈی سے صاف صاف بات کروں گی ــــ"

اور پھر اس نے اسی دن اپنے ڈیڈی سے صاف صاف بات کی۔

"ڈیڈی ــــ!"

"جی بیٹی ــــ" نروتم داس نے اپنی آنکھوں سے چشمہ علیحدہ کیا۔

"میں اس صورت حرام اور توندو مل بنئے کے لڑکے سے ہرگز شادی نہ کروں گی ــــ"

اور رینو کے منہ سے یہ صاف صاف باتیں سن کر نروتم داس سکتے میں آ گیا۔ اور اس کا چشمہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر پڑا۔ اور وہ ہکلاتے ہوئے بولا۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو بیٹی ــــ!"

"وہی جو کہ میں کہہ رہی ہوں ڈیڈی ــــ"

"تم بہت زیادہ بدتمیز ہو گئی ہو ــــ" نروتم داس اب سنبھل چکا تھا ــــ "آخر اس سے تمہارا مطلب کیا ہے ــــ؟"

"میرا مطلب صاف ہے ڈیڈی ۔۔۔ یعنی کہ میں اس اُلّو کی دُم امرت لال سے شادی ہرگز نہیں کروں گی ۔۔۔"

"مگر میں یہ رشتہ پکا کر چکا ہوں ۔۔۔"

"مجھ سے تو پوچھا نہیں تھا آپ نے۔"

"پاگل ہو گئی ہو کیا بیٹی ۔۔۔" نرو تم نے رینو کو سمجھانے کی کوشش کی ۔۔۔

"وہ لڑکا ہر اعتبار سے تمہارے یوگیہ ہے ۔۔۔ اور پھر کروڑپتی باپ کا اکلوتا بیٹا ہے ساری زندگی تم راج کرو گی ۔۔۔"

"میں راج کرنا نہیں چاہتی ۔۔۔"

"تو کیا تم اس دو ٹکے کے لونڈے سریندر کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہو جو کہ میرے ایک ادنیٰ درجے کے منیم کا لڑکا ہے ۔۔۔"

وہ غصے میں اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"تمہاری کوئی بات مجھ سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ میں نے سب کچھ سُنا ہے اور سمجھا ہے۔ میں تمہاری اس پسند کو بالکل پسند نہیں کرتا۔ تمہیں یہ شادی کرنی ہوگی ۔۔۔ اور اگر اب سے میں نے تمہیں سریندر کے ساتھ دیکھا تو سمجھ لو یہ اچھی طرح کہ مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا ۔۔۔ میں کل ہی اُس دو ٹکے کے منیم کو جوتے مار کر اپنی نوکری سے نکالے دیتا ہوں ۔۔۔"

وہ اور تیز ہو کر بولا۔

"شادی بیاہ کبھی کوئی ہنسی ٹھٹھا ہے کہ جس کے ساتھ چاہو بیٹی بیاہ دو ۔۔۔ آخر رتبہ بھی تو کوئی چیز ہے ۔۔۔ انسان اپنی حیثیت دیکھ رشتے کرتا ہے ۔۔۔ اور میں نے اپنے برابر والا خاندان دیکھ کر یہ رشتہ کیا ہے ۔۔۔"

وہ زور سے گرجا۔

"خبردار جواب تم نے کبھی سرنیدر سے بات بھی کی ہو۔"
اور جواب میں رینو رو پڑی۔ اور وہ انتہائی غصہ کی حالت میں اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ رُندھے ہوئے گلے کے ساتھ چیخی۔
"میں یہ شادی ہرگز نہ کروں گی۔"
"مجال ہے تیری۔"
اور نروتم داس نے رینو کے گال پر ایک زوردار طمانچہ جڑ دیا۔
"خبردار جواب زبان کھولی ہو۔ میں تیری زبان چھیل ڈالوں گا۔"
وہ فرش پر پاؤں پٹک کر بولا۔
"بڑی آئی سرنیدر سے شادی کرنے والی۔"

○

"بڑا آیا سیٹھ کا بچہ۔ امرت لال سے اپنی بیٹی بیاہنے والا۔"
— نرنیدر نفرت سے جھنجھلا گیا۔
"تم فکر نہ کرو سرنیدر، میں اُس سے سمجھ لوں گا۔"
"مگر کل ہی شادی ہے۔ رینو کو اُس نے اپنی کوٹھی میں قید کر رکھا ہے۔"
سرنیدر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ "پتاجی تو اب وہاں کام نہیں کرتے۔ اُس نے پتاجی کو تو نکال دیا ہے۔ مگر پتاجی کے ایک دوست نے جو کہ وہاں کام کر رہے ہیں یہ ساری خبریں دی ہیں۔"
"ٹھیک ہے۔" نرنیدر بڑے اطمینان سے بولا۔ "تم دیکھتے جاؤ اگر یہ شادی ہو گئی تو تم میرے منہ پر تھوک دینا۔"

"مگر —" سریندر دم گھٹنے والے انداز میں بولا —
"رینو مجبور ہے۔ اور ......"
"کیا تمہیں مجھ پر بھروسہ نہیں ہے —" نریندر بولا — "تم دیکھتے جاؤ کہ میں کیا پانسہ پھینکتا ہوں — رینو کی شادی تم سے اور صرف تم سے ہوگی —"
اور اُس نے سمجھا بجھا کر سریندر کو رخصت کر دیا۔

○

نروتم داس کی کوٹھی مہمانوں سے بھری ہوئی تھی اور دُلہن کی طرح سجی ہوئی تھی کہ نریندر بلائے بے درماں کی طرح وہاں پہونچ گیا۔ اُس کے ساتھ ایک عورت تھی اور اُس عورت کی گود میں ایک شیر خوار بچہ تھا۔
وہ ہَوَن کُنڈ کے پاس جا کر یکبارگی چیخا:
"پنڈت جی مہاشے۔ اپنے منتر رہنے دو۔ یہ شادی ہرگز نہیں ہو سکتی —"
اور یہ سُن کر لوگ سکتے میں آ گئے — پنڈت مہاشے کا ہاتھ جو کہ ہَوَن کُنڈ میں گھی ڈالنے کے لئے بڑھ رہا تھا، یکبارگی رُک گیا — اور نروتم داس غصے میں بھرا ہوا نریندر کی طرف جھپٹا۔
"یہ سب کیا بکواس ہے — کون ہو تم ذلیل —"
"کمینہ کہیں کا —" امرت لال کا باپ سیٹھ گنیش چند بھوکے شیر کی طرح نریندر پر جھپٹ پڑا۔ اور نریندر اُس کی طرف نفرت سے دیکھ کر بڑی نرمی سے بولا۔
"اپنی زبان کو لگام دے سیٹھ کے بچے — کمینہ میں نہیں بلکہ کمینہ یہ تیرا بیٹا ہے جو بڑی معصومیت سے پوتر اگنی دیوی کے سامنے بیٹھ کر اپنا دوسرا وِواہ رچانے جا رہا ہے"

جس نے کہ ایک معصوم لڑکی کو دھوکہ دے کر اب دوسری لڑکی کی عزت کو تاکا ہے۔
کمینہ اور ذلیل یہ تیرا بیٹا ہے ـــــ یہ تیرا لاڈلا امرت لال۔ میں نہیں ـــــ"
"کیا بکواس کرتا ہے تو کمینے ـــــ" گنیش چندر نریندر پر جھپٹ پڑا ـــــ
اور نریندر نے اُسے پرے دھکیل دیا ـــــ وہ زور سے گر جا ـــــ
"اس معصوم اور غریب مگر شریف لڑکی کو تو پہچانتا ہے ـــــ یہ تیری بہو ہے اور یہ جو بچہ ہے اس معصوم کی گود میں وہ تیرا پوتا ہے ـــــ یہ تیرے ظالم اور پاپی بیٹے کی اولاد ہے ـــــ"
"بکواس کرتا ہے ـــــ بدمعاش ـــــ"
امرت لال اُٹھ کر کھڑا ہو گیا ـــــ یہ مجھ پر جھوٹا الزام لگا رہا ہے ـــــ" اور مزو تم داس نے نریندر کو جھنجوڑ ڈالا ـــــ اُس نے اُسے بے تحاشا پیٹنا شروع کر دیا ـــــ اور اُس نے اُسے گریبان سے پکڑ کر گھسیٹا ـــــ
"اتنے لوگوں کے سامنے تو میری عزت کا دیوالہ نکال رہا ہے سُوٗر کی اولاد"
اور وہ یکبارگی سکتہ میں آ گیا۔
اُس کے ہاتھ میں ایک لاکٹ تھا۔ جو کہ نریندر کے گلے سے ٹوٹ کر اُس کے ہاتھ میں آ گیا تھا ـــــ اور کھل گیا تھا ـــــ لاکٹ کے اندر نریندر کے بچپن کی تصویر مسکرا رہی تھی۔
اُس نے اُس تصویر کو بڑے غور سے دیکھا اور پھر اُس نے پاگلوں کی طرح نریندر کو دیکھا۔ نریندر کی شکل اُس کی بچپن کی تصویر سے بہت زیادہ مل رہی تھی۔
اور اب دوسرے ہی لمحے وہ نریندر سے لپٹا ہوا تھا اور زار و قطار رو رہا تھا ـــــ اور نریندر حیران و پریشان اُس کی اس حالت کو دیکھ رہا تھا ـــــ
"تو میرا بیٹا ہے ـــــ تو میرا بچپن کا کھویا ہوا نریندر ہے۔ تو جگر کا ٹکڑا ہے میرے"

"جی ہاں سرکار ــــ !" سرجو آگے بڑھا۔ "یہ آپ کا بیٹا ہو سکتا ہے مالک کارن کہ یہ میرا اسگا بیٹا نہیں ہے۔ اب سے بہت پہلے جبکہ یہ صرف پانچ برس کا تھا، یہ مجھے گنگا کنارے بیہوش پڑا ہوا ملا تھا ــ"

"تمہارا بیٹا نریندر مل گیا ہے مالتی ــ" نروتم داس نریندر کا ہاتھ کھینچتا ہوا اندر کی طرف بھاگا ــ"

"یہ تمہارا نریندر ہے مالتی ــ"

اور مالتی دیوانہ وار پاگلوں کی طرح نریندر سے لپٹ گئی۔

اور پھر یہ شادی ملتوی ہو گئی۔ یہ بات سچ ثابت ہو چکی تھی کہ وہ لڑکی امرت لال کی بیوی تھی۔ اور اُس کا بیٹا جو کہ اُس کی گود میں تھا امرت لال کا بیٹا تھا۔

نروتم داس نے بے عزت کر کے سیٹھ گنیش چند اور اُس کے بیٹے اور برہمن کو اپنی کوٹھی سے باہر نکال دیا۔ اور امرت لال کو اس ٹھکرائی ہوئی لڑکی سے شادی کرنی پڑی۔

○

بینی کا کا سیٹھ نروتم داس سے کہہ رہا تھا۔

"سرکار ــــ ! سُریندر بھی آپ ہی کا بیٹا ہے، اس کے گلے میں بھی ایک اسی قسم کا لاکٹ پڑا ہوا ہے ــ"

اور پھر بینی کا کا نے سریندر کے بارے میں نروتم داس سے سب کچھ صحیح صحیح بتا دیا۔ وہ بولا۔

"سُریندر کا نام میں نے اس لئے نہیں بدلا تھا سیٹھ جی ! کہ اُس کی کلائی

پر بھی نریندر کی طرح اُس کا نام سُریندر لکھا ہوا تھا۔ اور وہ نام آج بھی اُس کی کلائی پر اسی طرح موجود ہے ـــ"

اور یہ سُن کر سیٹھ نروتّم داس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ اور اُس نے بے اختیار بینی کاکا کو لپیٹ لیا۔

○

سُریندر نے بے اختیار ہو کر نریندر کو لپٹا لیا۔

"تم میری محبت کے مسیحا ہو میرے بھائی ـــ!"

"اب دیکھتا ہوں کہ میری بہن رینو کی شادی تم سے کیسے نہیں ہوتی ـــ"

کہ اتنے میں سیٹھ نروتّم داس بینی کاکا کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ اور وہ جاتے ہی سُریندر سے لپٹ گیا۔

"میرا سریندر ـــ میرا بیٹا ـــ"

اور سُریندر اور نریندر دونوں بھونچکا ہو کر رہ گئے۔

"کیا بات ہے ڈیڈی ـــ!" نریندر حیرت سے بولا ـــ "یہ سریندر ......"

اور نروتّم داس بات کاٹ کر بولا ـــ

"ہاں نریندر! یہ بھی میرا بیٹا ہے ـــ یہ بھی میرے جگر کا ٹکڑا ہے ـــ یہ تمہارا چھوٹا بھائی ہے ـــ میرا کھویا ہوا سکون ہے ـــ"

اور یہ سُن کر نریندر مارے خوشی کے سریندر سے لپٹ گیا ـــ اور سریندر زور سے چیخا ـــ

"نہیں نہیں ـــ میں آپ کا بیٹا نہیں ہوں ـــ میں آپ کا کھویا ہوا سریندر ہرگز نہیں ہوں ـــ وہ کوئی اور ہوگا ـــ میں آپ کا بیٹا بننا نہیں چاہتا ـــ"

"یہ تمہارے پتا ہیں بیٹے ـــ" بینی بولا ـــ "اور یہ نریندر تمہارا بھائی ہے ـــ میں نے تو صرف پالا ہے تمہیں ـــ"

"مگر میں ایسا بالکل نہیں چاہتا ـــ" سُریندر جیسے کہ پاگل ہو گیا ہو ـــ "میں ان کا بیٹا ہرگز نہیں ہوں ـــ رینو میری بہن ہرگز نہیں ہو سکتی ـــ"

اور یہ کہہ کر اُس نے اپنا مُنہ ڈھانپ لیا ـــ نروتم داس معاملہ کی نزاکت سمجھ گیا اور وہ پیار سے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

"رینو تمہاری بہن نہیں ہے، یہ صحیح ہے ـــ مگر تم میرے بیٹے نہیں ہو، یہ صحیح ہرگز نہیں ہے ـــ"

اور یہ سُن کر سریندر نے بڑی حیرت سے نروتم داس کی طرف دیکھا ـــ اور سریندر کا چہرہ یکبارگی کھل اُٹھا ـــ اور وہ بے اختیار چیخا ـــ

"کیا یہ سچ ہے ڈیڈی ـــ!"

"بالکل سچ ـــ" نروتم داس مسکرایا ـــ "یہ ایک شخص رام جوشی کی بیٹی ہے ـــ جسے میں نے تم لوگوں کی اچانک گمشدگی کے بعد سے پال لیا تھا ـــ"

"اور رام جوشی کہاں ہے ـــ؟" بینی نے پوچھا۔

"وہ بے چارہ اب اس دُنیا میں نہیں ہے ـــ میرے یہاں تمہارے آنے سے پہلے ہی وہ سورگ باش ہو چکا تھا ـــ"

"تو رینو......"

اور نروتم داس نے سریندر کی بات اُچک لی ـــ

"ہاں بیٹے ـــ وہ تمہاری بہن ہرگز نہیں ہے ـــ" وہ مُسکرایا ـــ

"وہ تو تمہاری دولہن ہے ـــــ"

اور سریندر کا دل یہ سُن کر مارے خوشی کے اُس کے سینے میں دھڑکنے لگا ـــــ اور وہ بے اختیار سیٹھ نروتم داس سے لپٹ گیا ـــــ

اور نروتم داس نے اُسے زور سے بھینچا ـــــ اُس کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو بے اختیار مچل رہے تھے ـــــ

○

سریندر دبے پاؤں اپنی دولہن کے کمرے میں داخل ہوا۔

اور رینو جو کہ گٹھڑی بنی ہوئی تھی، اور سُکڑ گئی۔

"میں نے کہا سرکار ـــــ! اس خاکسار نے اس سال یہ طے کر لیا ہے کہ بی اے کے امتحان میں اوّل آپ رہیں گی ـــــ"

"یہ کیوں ـــــ؟"

رینو نے اپنی گردن اوپر اُٹھائی۔ اور اُس نے مُسکرا کر اپنے محبوب کو دیکھا۔

"یہ اس لیئے کہ امتحانِ محبت میں میں نے کامیابی حاصل کر لی ہے ـــــ اور یہی میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی تھی ـــــ یہی میری زندگی تھی ـــــ"

"سچ ـــــ؟"

"تمہاری قسم ـــــ"

"اور تمہاری قسم میں بھی مرتے مرتے بچی ہوں ـــــ اگر اُس دن نریندر بھیّا نہ آ گئے ہوتے تو میں زہر کھا چکی ہوتی ـــــ اور وہ لوگ میری جگہ لگن منڈپ میں میری لاش

لے جلتے ــــ زہر کا انتظام میں نے کرلیا تھا ــــ"

"زہر کھاتے تمہارے دشمن ــــ"

اور یہ کہہ کر اُس نے رینو کی چاند سی پیشانی چوم لی ــــ اور چودھویں کے اُس چاند نے شرما کر اوڑھنی سے اپنا مُنہ چھپا لیا۔

وہ مُنہ چھپائے ہوئے تھی اور سریندر دیوانہ وار اس پر نثار ہوا جا رہا تھا۔ اُس کے دل کی بیقراریوں کو قرار آ گیا تھا ــــ اور چودھویں کا یہ چاند اُس کے دل میں اُتر آیا تھا ــــ اُس کی جنم جنمان کی آرزوئیں پوری ہو چکی تھیں ــــ!

۲۰ر اپریل ۱۹۶۰ء

عادل رشید کے دیگر ناول

شبِ غم	۵/-
بہار آنے تک	۳/۵۰
لرزتے آنسو	۴/-
سپنوں کی راکھ	۶/-
تھکے پاؤں ۱	۵/ ۰
تھکے پاؤں ۲	۵/۵۰
زخمِ دل	۴/-
برباد آشیانے	۵/-
بے ننگ و نام	۴/-
ڈوبتے سائے	۳/۵۰
فلمی مہرے (مضامین)	۴/۵۰
دو پھول	۳/۹۵
اندھیرے اُجالے	۳/-
رسمِ اُلفت	۸/-
دیدۂ تر	۱/-

پنجابی پُستک بھنڈار کے مطبوعہ ناول

اُس پار (مضطر ہاشمی)	۵/۲۵	خوف کا سایہ (انور کمال حسینی)	۲/-
بے بس (جگدیش بھارتی)	۳/۷۵	شیشے کی آنکھ (اکرم الہ آبادی)	۲/۵۰
دولت کے کھیل (خان محبوب طرزی)	۲/۵۰	ادھ کھلا پھول (سوم ناتھ اکیلا)	۲/-
اندھیرے چراغ (گلشن نندہ)	۴/۵۰	میں بُری نہیں ہوں (گوبند سنگھ)	۱/۷۵
کالی گھٹا "	۳/-	گھر آئے بدروا کارے "	۱/۷۵
ساجن کی بیلا "	۳/۷۵	ایک سوال (امرناتھ پریتم)	۲/۵۰
تنہائی "	۵/-	کشمیری شال (جی آر سیٹھی)	۱/۷۵
ساحل اور طوفان "	۶/-	قاتل کون (اے آر سید)	۱/۷۵
ڈوبتی نظریں (کرپا شنکر بھاردواج)	۵/-	سر کٹے فوجی (عزیز بدایونی)	۳/-
بلندیاں (عارف مارہروی)	۳/۵۰	پُراسرار چور (اے آر سید)	۱/۷۵
ٹارزن (انور کمال حسینی)	۲/۵۰	نقلی جاسوس "	۲/-
ٹارزن کی شادی "	۲/۲۵	سہانی ہوگی رات (ایم عالم)	۱/۵۰
" کا بیٹا "	۲/۵۰	چار بدمعاش (جی آر سیٹھی)	۲/۵۰
" کی گرفتاری "	۲/۵۰	جرات (شہزادہ تبسم)	۴/-
" کا انتقام "	۱/۷۵	جاسوس لڑکیاں (مغفور ہوشیارپوری)	۱/۷۵
" کی فراری "	[illegible]/۵۰	کانچ کے پتلے (کرپا شنکر بھاردواج)	۵/-
جنگلی ٹارزن "	۲/-	ڈارلنگ (نریش کمار شاد)	۲/۵۰
ٹارزن کے دشمن "	۱/-		

ملنے کا پتہ:- پنجابی پُستک بھنڈار، دریبہ کلاں، دہلی ۶